علم و حکمت کے موتی

سورۃ یوسف کی روشنی میں

حافظ انجینیئر نوید احمد

شعبہ مطبوعات
انجمن خدام القرآن سندھ کراچی رجسٹرڈ

نام کتاب	:	علم وحکمت کے موتی، سورۂ یوسف کی روشنی میں (جدید نکات کے اضافوں کے ساتھ)
مؤلف	:	حافظ انجینئر نوید احمد
ناشر	:	مدیر مطبوعات، انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی مرکزی دفتر: B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی فون: 7-34993436-21-92+
مقام اشاعت	:	شعبۂ مطبوعات، قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، شارع قرآن اکیڈمی بلاک 9 فیڈرل بی ایریا، کراچی فون: 36806561-21-92+
ای میل	:	Publications@QuranAcademy.com
ویب سائٹ	:	www.QuranAcademy.com
طبع اول تا دوم	:	1650
طبع سوم	:	محرم الحرام 1440ھ ستمبر 2018ء
تعداد	:	1100
ہدیہ	:	60

ملک بھر میں قرآن اکیڈمیز و مراکز

Karachi:
Quran Academy Defence 021-35340022-4
Quran Academy Yaseenabad 021-36337361 - 36806561
Quran Academy Korangi 021-35074664
Quran Institute Gulistan-e-Johar 021-34030119

Hyderabad:
Quran Academy Qasimabad 022-2106187
Quran Institute latifabad 022-3860489

Sukkur:
Quran Markaz Sukkur 071-5807281

Quetta:
Quran Academy Quetta 081-2842969

Jhang:
Quran Academy Jhang 047-7630861 - 7630863

Faisalabad:
Quran Academy Faisalabad 041-2437618

Lahore:
Quran Academy Lahore 042-35869501-3

Multan:
Quran Academy Multan 061-6510451 - 6520451

Islamabad:
Quran Academy Islamabad 051-2605725

Gujranwala:
Quran Markaz Gujranwala 055-3891695 - 0334-4600937

Peshawar:
Quran Markaz Peshawar 091-2584824 - 2019541

Malakand:
Quran Markaz Temargara 0945-601337

Azad Kashmir:
Quran Markaz Muzaffarabad 0982-2447221

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد:

قارئین کرام! اس وقت آپ کے ہاتھوں میں بانیٔ انجمن خدام القرآن حضرت ڈاکٹر اسرار احمد نور اللہ مرقدہ کے ایک قابل فخر شاگرد رشید، استاذ الاساتذہ، ربع صدی سے زائد دورۂ ترجمۂ قرآن کی خدمت انجام دینے والے، درجن سے زائد موضوعاتِ قرآنی پر تصنیفات کے مصنف اور سینکڑوں افراد کے مربی، حافظ انجینیر نوید احمد حفظہ اللہ کی تالیف ہے جو بیش از بیش موضوعات پر کثیر قرآنی حوالوں سے مزین تحریر کا خاصہ رکھتی ہے۔

پیش نظر کتاب ''علم وحکمت کے موتی، سورۂ یوسف کی روشنی میں'' من جملہ دیگر کتب کے آپ کی خدماتِ قرآنی کی ایک اہم کڑی ہے، جسے انجمن خدام القرآن سندھ کراچی کا شعبۂ مطبوعات شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔

شعبۂ مطبوعات قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کے سابق ناظم جناب قاری عبدالرحمن صاحب نے، جو اشاعتی کاموں کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں، اس کتاب کی اشاعت میں حتی الوسع محنت اور احتیاط سے کام لیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین اس کتاب کو اپنے علمی اور جمالیاتی ذوق کے مطابق پائیں گے۔ ان شاء اللہ!

آخر میں اہل نظر اور ارباب ذوق سے استدعا ہے کہ وہ کوئی تسامح دیکھیں تو ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔

۲۱/۴/۱۴۳۶ھ
30 مئی 2012ء

صدر انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

علم وحکمت کے موتی، سورۂ یوسف کی روشنی میں

☆ تعارفی نکات:

- اِس سورۂ مبارکہ کا نام "یوسف" اِس لیے ہے کہ اِس کے ۱۲ میں سے ۱۱ رکوعات میں حضرت یوسفؑ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔
- حضرت یوسفؑ، حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے۔ مجموعی طور پر حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے، جن میں سے دس بیٹے پہلی بیوی سے تھے اور دو بیٹے دوسری بیوی سے۔ یہ بیٹے اور اُن کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ اور اُن کے بھائی بنیامین حضرت یعقوبؑ کی دوسری بیوی سے تھے اور عمر میں دس سوتیلے بھائیوں سے چھوٹے تھے۔
- سوتیلے بھائی حضرت یوسفؑ سے حسد کرتے تھے، جس کی تفصیل اِس سورۂ مبارکہ کے بیان شدہ واقعے میں آئی ہے۔
- یہ سورۂ مبارکہ مکی دور کے آخر میں نازل ہوئی۔ اِس کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود نے قریشِ مکہ کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کا امتحان لینے کے لیے سوال پوچھا کہ بنی اسرائیل کا فلسطین کے علاقے کنعان سے مصر کی طرف ہجرت کا سبب کیا تھا؟ اہلِ عرب اِس سوال کے جواب سے ناواقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس سوال کا جواب اِس سورۂ مبارکہ میں عطا فرما کر نبی اکرم ﷺ کو امتحان میں سرخرو کیا اور آپ ﷺ کی رسالت کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔
- قرآنِ حکیم میں واقعات کے بیان کا مقصد محض داستان گوئی نہیں، بلکہ بندوں کے لیے عبرت و موعظت اور علم وحکمت کا حصول ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ قرآنِ حکیم واقعات کی جزوی تفاصیل سے صرفِ نظر کر کے اُنھیں چند مناظر کی صورت میں بیان کر کے دلچسپ بنا دیتا ہے۔ آیئے! سورۂ یوسف پر آیت بہ آیت تدبر کر کے سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کا واقعہ کن مناظر کے تحت بیان کیا ہے اور اِس واقعے میں علم وحکمت کے کون کون سے موتی عطا فرمائے ہیں۔

دل کش تمہید ...... آیات ۱ تا ۳

الٓرٰ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (۱)

''الف لام را۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں''۔

۱- قرآنِ حکیم میں پانچ سورتوں یعنی سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ ابراہیم اور سورۂ حجر کا آغاز الٓرٰ سے ہوتا ہے۔ اِن سورتوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ اِن سب میں انبیاء کرامؑ کے واقعات کا بیان ہے۔

۲- قرآنِ حکیم فلسفیانہ اسلوب کی کتاب نہیں جسے سمجھنے کے لیے پہلے فلسفہ کا کچھ بنیادی علم سیکھنا اور اصطلاحات کا جاننا ضروری ہو۔ اس کا اسلوب دو اور دو چار کی طرح سادہ اور عام فہم ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲)

''بے شک ہم نے اُس کو نازل کیا ہے قرآنِ عربی کی صورت میں تا کہ تم اُسے سمجھ سکو''۔

۳- اِس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے کیا خوب لکھا ہے:

اَنْزَلَ اَشْرَفُ الْكُتُبِ بِاَشْرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰى اَشْرَفِ الرُّسُلِ بِسِفَارَةِ اَشْرَفِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ اَشْرَفِ بِقَاعِ الْاَرْضِ وَابْتِدَاءُ اِنْزَالِهٖ فِيْ اَشْرَفِ الشُّهُوْرِ السَّنَةِ وَهُوَ رَمَضَانُ فَكَمُلَ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ

ترجمہ: ''نازل کی گئی سب سے عزت والی کتاب، سب سے عزت والی زبان میں، سب سے عزت والے رسول ﷺ پر، سب سے عزت والے فرشتوں کے ذریعے، زمین کے سب سے عزت والے حصہ میں اور اُس کے نزول کی ابتدا ہوئی سال کے سب سے عزت والے مہینے یعنی رمضان میں، پس یہ کتاب کامل ہوئی ہر اعتبار سے''۔

۴- کلام متکلم کی صفت اور اُس کے کمالات کا عکاس ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم اللہ کا کلام ہے اور اُس کی صفاتِ عالیہ کا مظہر ہے۔ جس طرح اللہ کی ذات کی معرفت ہمارے حواس کی سرحدوں سے ماوراء یعنی بہت بلند ہے، اسی طرح اللہ کی صفات کو بھی سمجھنا ہمارے لیے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا کہ اپنے کلام کو زبانِ عربی کی صورت میں نازل فرمایا تا کہ ہم اِسے سمجھ سکیں۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ

قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (۳)

"اے نبی ﷺ ہم سناتے ہیں آپ ﷺ کو بہترین پیرائے میں جیسا کہ ہم نے آپ ﷺ پر وحی کیا یہ قرآن اور اس سے پہلے آپ ﷺ نہ جاننے والوں میں سے تھے"۔

۵- اللہ تعالیٰ بہترین بیان سنا رہے ہیں اس قرآنِ کریم کی صورت میں جس کی شان یہ ہے کہ:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (الزمر: ۲۳)

"اللہ نے نازل فرمایا ہے بہترین کلام ایسی کتاب جس کے مضامین ملتے جلتے بار بار دہرائے جانے والے ہیں، لرز جاتی ہیں اس سے کھالیں ان لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم پڑ جاتی ہے ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ ہدایت دیتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے اور جسے گمراہ کر دے اللہ تو نہیں ہے اُسے کوئی ہدایت دینے والا"۔

۶- صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کا علم ذاتی، قدیم اور لامحدود ہے۔ تمام انسانوں یہاں تک کہ انبیاء کرامؑ کا علم بھی عطائی، حادث اور محدود ہوتا ہے۔

پہلا منظر ...... آیات ۴ تا ۶
حضرت یوسف علیہ السلام ایک سچا خواب دیکھتے ہیں

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ (۴)

"یاد کرو جبکہ حضرت یوسفؑ نے کہا تھا اپنے والد سے، کہ بے شک اے ابا جان! میں دیکھتا ہوں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں"۔

۷- بعض لوگ سچے خوابوں پر یقین نہیں رکھتے۔ یہ آیت قرآنِ حکیم کی روشنی میں سچے خواب نظر آنے کے لیے ایک دلیل ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مومن کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (۵)

’’حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ اے میرے بچے! اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی چال چلیں گے، بے شک شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے‘‘۔

۸- حاسد کو حسد کا موقع نہیں دینا چاہیے یعنی اُس کے سامنے کوئی ایسی بات بیان نہ کی جائے جو اُس کی جلن میں اضافہ کرے۔

۹- کسی کی طرف سے نقصان کے اندیشے سے آگاہ کرنا غیبت نہیں ہے۔

۱۰- حضرت یعقوب علیہ السلام نے موردِ الزام حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو نہیں بلکہ اصل مجرم شیطان کو ٹھہرایا۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۶)

’’اسی طرح سے اے یوسفؑ! تیرا رب تجھے چن لے گا اور تجھے سکھائے گا باتوں کی تہ تک پہنچنے کا علم یا خوابوں کی تعبیر اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کردے گا اور آلِ یعقوبؑ پر جیسا کہ اُس نے اپنی نعمت کو پورا کیا تھا اِس سے پہلے تیرے آباء واجداد یعنی ابرہیمؑ اور اسحاقؑ پر۔ بے شک تیرا رب سب کچھ جاننے والا اور کمالِ حکمت والا ہے‘‘۔

۱۱- اللہ تعالیٰ سچے خوابوں کے ذریعے مستقبل کے واقعات سے آگاہی عطا فرماتا ہے۔

۱۲- فضل اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور جو ملے گا اُسی کی طرف سے ملے گا۔

۱۳- عاجزی وانکساری کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنا نام نہیں لیا ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمت تو اُن پر بھی ہوئی۔

۱۴- حسنِ ادب کی تعلیم کہ حضرت یعقوبؑ نے آباء کرام کے پہلو بہ پہلو اپنا ذکر نہیں کیا۔

دوسرا منظر ...... آیات ۷ تا ۱۰

حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف بھائیوں کی سازش

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ (۷)

’’یقیناً یوسفؑ اور اُن کے بھائیوں میں سوال کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں‘‘۔

۱۵- نشانیوں سے مراد یہ ہے واقعاتِ کنعان ومصر، اب مکہ ومدینہ میں دہرائے جائیں گے :

☆ جس طرح برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرتے ہوئے دشمنی کی، اِسی طرح یہود اور قریش نبی اکرم ﷺ سے دشمنی کر رہے ہیں، حالانکہ یہ سب حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں سے ہیں۔

☆ جس طرح برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش کی اور اُنھیں چند روز کنویں میں رہنا پڑا، اِسی طرح قریش نے نبی اکرم ﷺ کے قتل کی سازش کی اور آپ ﷺ کو تین روز غارِ ثور میں محصور رہنا پڑا۔

☆ پھر آپ ﷺ کو بھی جلاوطنی میں ویسا ہی عروج واقتدار نصیب ہوا جیسا عروج واقتدار حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوا تھا۔

☆ پھر مصر کے پایۂ تخت میں برادرانِ یوسفؑ نے آخری حاضری کے موقع پر انتہائی عاجزی اور ندامت سے حضرت یوسفؑ کے سامنے اعتراف کیا:

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـٕيْنَ﴾

’’اللہ کی قسم یقیناً اللہ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی اور یقیناً ہم خطا کار تھے‘‘۔

حضرت یوسفؑ نے انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود اُنھیں معاف کر دیا اور فرمایا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

’’آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے، وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے‘‘۔

اِسی طرح فتح مکہ کے موقع پر شکست خوردہ قریش سر جھکائے کھڑے تھے اور آپ ﷺ کے حق میں کہہ رہے تھے:

اَخٌ كَرِيْمٌ اِبْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ

’’آپ ایک عالی ظرف بھائی ہیں، اور ایک عالی ظرف بھائی کے بیٹے ہیں‘‘۔

آپ ﷺ اُن کے ایک ایک ظلم کا بدلہ لینے پر قادر تھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاِنِّيْ اَقُوْلُ لَكُمْ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ لِاِخْوَتِهٖ، لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ،

اِذْهَبُوْا، اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

''پس بے شک میں تمہیں وہی جواب دیتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ، جاؤ پس تم آزاد ہو''۔

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ (۸)
اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا
صٰلِحِيْنَ (۹)

''جب اُن کے بھائیوں نے کہا: یقیناً یوسف اور اُس کا بھائی (بنیامین) ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، جبکہ ہم ایک جتھا ہیں۔ بے شک ہمارے والد کھلی خطا پر ہیں۔ قتل کر دو یوسفؑ کو یا اُن کو کسی جنگل میں جا کر پھینک آؤ، تاکہ تمہارے والد کی توجہ تمہارے لیے خالص ہو جائے اور اِس کے بعد تم ہو جانا نیک''۔

۱۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے نزدیک اہمیت اپنے جتھا ہونے یعنی اسباب کی تھی جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نزدیک اہمیت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاکیزہ سیرت و کردار اور والدین کی فرماں برداری یعنی اخلاقیات کی تھی۔

۱۷۔ شیطان ہمیشہ اُلٹی پٹی پڑھاتا ہے۔ جو شے کھو جائے اُس کی فکر انسان کو زیادہ لاحق ہو جاتی ہے۔

۱۸۔ شیطان کا وار ہے کہ وہ انسان کو سجھاتا ہے کہ فی الحال تو گناہ کر لو بعد میں توبہ کر لینا اور نیک ہو جانا۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ
فٰعِلِيْنَ (۱۰)

''کہا اُن میں سے ایک کہنے والے نے: دیکھو! یوسفؑ کو قتل نہ کرو اور اُس کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دو، لے جائے گا اُسے اٹھا کر وہاں سے کوئی قافلہ، اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو''۔

۱۹۔ یہ سب سے بڑے بھائی یہودا یا روبن یا روبیل کا ذکر ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ بڑے بھائی نے حضرت یوسفؑ کے خلاف اقدام سے منع کیا لیکن فرمایا کہ اگر کچھ کرنے پر تُل ہی گئے ہو تو قتل نہ کرو بلکہ کسی گہرے اندھے کنویں میں ڈال دو۔

تیسرا منظر...... آیات ۱۱ تا ۱۴

برادرانِ یوسفؑ کی حضرت یعقوبؑ سے درخواست

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ (۱۱)
اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۲)

''انہوں نے کہا: اے ابا جان! کیا ہے! آپ یوسف علیہ السلام کے حوالے سے ہم پر اعتماد نہیں کرتے؟ اور یقیناً ہم اُس کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ آپ اُسے ہمارے ساتھ کل بھیجیے وہ کچھ کھا پی لے گا اور کچھ کھیل لے گا اور ہم اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

۲۰۔ بچوں کو جائز سیر و سفر کے لیے بھیجا جا سکتا ہے ورنہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے اُن کے بیٹے ایسی خواہش کا اظہار نہ کرتے۔

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ (۱۳)

''حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا، کہ بے شک یہ اندیشہ مجھے غمگین کرتا ہے کہ تم اُسے لے جاؤ اور پھر میں ڈرتا ہوں کہ اُسے بھیڑیا کھا جائے گا جبکہ تم اُس سے غافل ہو''۔

۲۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر اُن کے حسد کے حوالے سے کسی خدشے کا اظہار نہیں فرمایا تا کہ اُن کی دشمنی مزید نہ بڑھ جائے۔

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۱۴)

''انہوں نے کہا: اگر اُسے بھیڑیا کھا جائے جب کہ ہم ایک جتھا ہیں، پھر تو ہم بڑے خسارے میں چلے گئے''۔

چوتھا منظر...... آیت ۱۵

حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف اُن کے بھائیوں کا اقدام

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۱۵)

''جب وہ اُسے لے گئے اور اس بات پر متفق ہو گئے کہ اُسے کسی اندھے کنویں میں ڈال دیں تو ہم نے اُسے

وحی کیا کہ تم ضرور اُن کو اُن کی یہ حرکت یاد دلاؤ گے، جبکہ اُنہیں (ہمارے وحی کرنے کی) خبر نہیں تھی''۔

۲۲- الطافِ رحمانی کی مثال، بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو ویران کنویں میں گرا کر اسبابِ ظاہری اور وسائلِ دنیوی کا خاتمہ کرنا چاہا لیکن اُسی وقت رحمتِ ربانی جوش میں آئی اور حضرت یوسفؑ کو شرفِ وحی بخش کر سہارا دیا گیا اور اُن کی دلجوئی کی گئی۔

۲۳- یہاں وحی سے مراد الہام ہے کیوں کہ ابھی حضرت یوسف کم سن ہیں اور منصبِ نبوت پر سرفراز نہیں ہوئے۔

۲۴- ایجازِ کلام کا نمونہ، لَتُنَبِّئَنَّهُمْ کے ایک لفظ کے اندر کتنے معنی سمو دیے گئے ہیں یعنی حضرت یوسفؑ نجات پائیں گے، اعلیٰ منزلت کو پہنچیں گے، اُن کے بھائی اُن کے سامنے عاجز ہو کر پیش ہوں گے اور وہ اُنہیں اُن کے حاسدانہ فعل سے آگاہ کریں گے۔

پانچواں منظر ...... آیات ۱۶ تا ۱۸

برادرانِ یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے جھوٹا بیان

وَجَآءُوٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ (١٦)

''اور وہ اپنے والد کے پاس آئے عشاء کے وقت روتے ہوئے''۔

۲۵- جھوٹ چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ بھائی رات میں والد صاحب کے پاس آئے تاکہ چہرے پر جھوٹ کی سیاہی رات کی تاریکی میں ظاہر نہ ہو۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ (١٧)

''اُنہوں نے کہا: اے ہمارے ابا جان! ہم دوڑ رہے تھے، ایک دوسرے سے آگے نکل رہے تھے اور ہم نے یوسفؑ کو اپنے ساز و سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا تو اُن کو کھا گیا بھیڑیا اور آپ تو ہماری بات مانیں گے بھی نہیں، خواہ ہم کتنے ہی سچے ہوں''۔

۲۶- بیٹوں نے جھوٹے بہانے کی بنیاد والد صاحب کے خدشے کو بنایا تاکہ اُنہیں بتائیں کہ وہی کچھ ہو گیا جس کا آپ کو پہلے سے ڈر تھا۔

۲۷- جھوٹے شخص کو اپنے جھوٹے ہونے کی وجہ سے خود شبہ ہوتا ہے کہ کیا اُس کی بات پر یقین کیا جائے گا؟ اسی لیے بھائیوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ تو ہماری بات مانیں گے ہی نہیں۔

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًاؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (۱۸)

''اور وہ اُن کے کُرتے پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا نہیں بلکہ یہ بات تمہارے جیوں نے گھڑی ہے، اب تو بہ ہی خوب صورت صبر اور اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جس سے مدد مانگی جاسکتی ہے اُس جھوٹ پر جو تم نے گھڑا ہے''۔

۲۸- حضرت یعقوبؑ نے الزام بیٹوں کی بجائے اُن کے نفوس کو دیا۔ بلاشبہ حسد اُس کے تحت کوئی اقدام اور جھوٹا بہانہ نفس کی شرارت ہی کا شاخسانہ ہے۔

۲۹- حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کی بات کو اس لیے جھوٹ سمجھا کہ بھیڑیا درندگی کی علامت ہے۔ وہ اتنا مہذب کیسے ہوسکتا ہے کہ پہلے بچے کا کرتا اتارے اور پھر اُسے کھائے؟

۳۰- حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کی بات کو اس لیے بھی تسلیم نہیں کیا کہ اُنہیں حضرت یوسفؑ کا خواب معلوم تھا اور خواب کی تعبیر یہ تھی کہ حضرت یعقوبؑ اپنی زندگی میں حضرت یوسفؑ کو شاندار منصبِ دنیوی وعروجِ دینی پر دیکھ لیں گے۔

۳۱- صبرِ جمیل کہ کوئی جزع وفزع نہیں، کوئی گریبان چاک کرنا یا سر میں خاک ڈالنا نہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے کوئی سوءِ ظن نہیں۔

۳۲- مصائب کا مقابلہ کرنے کے دو ذرائع ہیں۔ صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ سے طلبِ استعانت۔

چھٹا منظر ...... آیات ۱۹ تا ۲۰

حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر میں فروخت ہونا

وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰی دَلْوَهٗؕ قَالَ یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةًؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ (۱۹)

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍۚ وَكَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ (۲۰)

''اور آیا ایک قافلہ، پھر اُنہوں نے اپنے پانی بھرنے والے کو بھیجا، پھر اُس نے اپنا ڈول کنویں کے

اندر لٹکایا۔ اُس نے پکار کر کہا بشارت ہو یہاں تو ایک لڑکا ہے اور اُنہوں نے اُسے ایک اثاثہ کے طور پر چھپا لیا اور اللہ جانتا تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ اور انہوں نے بہت کم قیمت میں یعنی چند درہم کے عوض اُسے بیچ دیا، اور وہ ہوئے اِس معاملے میں کم پر راضی ہونے والے"۔

۳۳- اللہ تعالیٰ سے کوئی شے اور کوئی فعل نہیں چھپایا جا سکتا۔

۳۴- آزاد آدمی کو فروخت کرنا اور اُس کی قیمت کھانا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

ساتواں منظر ...... آیات ۲۱ تا ۲۲

حضرت یوسف علیہ السلام کا عزیزِ مصر کے ہاں اکرام اور سرفرازیٔ نبوت

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۲۱)

"اور اپنی بیوی سے کہا اُس نے جس نے اُسے (یوسفؑ کو) خریدا تھا مصر میں کہ اِسے عزت کا مقام دو، ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اِسے بیٹا بنالیں۔ اور اِس طرح سے ہم نے یوسفؑ کو زمین میں جگہ دی، تاکہ ہم اُس کو سکھائیں باتوں کی تہ تک پہنچنا اور اللہ اپنے معاملے پر پوری طرح سے غالب ہے لیکن لوگوں میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں"۔

۳۵- مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک اہم منصب دار نے خریدا جو "عزیزِ مصر" کہلاتا تھا۔ اُس نے اپنی بیوی کو حضرت یوسفؑ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی تاکہ اُن کی اچھے ماحول میں تربیت ہو۔ اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر مستقبل میں اُنہیں فروخت کیا گیا تو زیادہ قیمت ملے گی یا ممکن ہے اُنہیں منہ بولا بیٹا بنالیا جائے تو خاندان کو ایک مہذب فرد میسر آئے گا۔ بعد کے حالات کا بیان ظاہر کرتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو منہ بولا بیٹا بنالیا گیا اور گھر کے کچھ انتظامی امور بھی اُن کے سپرد کر دیے گئے۔

۳۶- عزیزِ مصر شہر کے انتظامی امور کا ذمہ دار تھا۔ شہر کے مسائل پر غور و فکر کے لیے ماہرین کے اجلاس اُس کے گھر میں منعقد ہوتے تھے۔ مسائل کے اسباب پر مختلف زاویوں سے غور ہوتا' اُن کے تمام ممکنہ

حل زیرِ بحث آتے اور کسی ایک حل پر اتفاق ہوتا۔ان اجلاسوں میں شرکت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی تربیت ہوئی اور وہ باتوں کی تہ تک پہنچنے کا فن سیکھ گئے۔

۳۷- اللہ تعالیٰ اپنے معاملے پر غالب ہے یعنی وہ شر میں سے خیر نکال لیتا ہے۔حضرت یوسفؑ کو اندھے کنویں میں ڈالا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مصر کے ایک بڑے منصب دار کے گھر پہنچا دیا۔اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بظاہر چھوٹے چھوٹے واقعات، بڑی بڑی تبدیلیوں کی تمہید بن جاتے ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (۲۲)

’’جب حضرت یوسفؑ اپنی پختگی کو پہنچے، تو ہم نے اُنہیں فیصلے کرنے کی صلاحیت اور علم دیا اور نیکوکاروں کو ہم اِسی طرح سے جزا دیا کرتے ہیں‘‘۔

۳۸- علم وحکمت نیک سیرت لوگوں کو ہی عطا کیا جاتا ہے۔محسوس ہوتا ہے اِس سے مراد حضرت یوسفؑ کا منصب نبوت پر فائز ہونا ہے۔

آٹھواں منظر ......آیات ۲۳ تا ۲۴

حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوتِ گناہ اور آپ علیہ السلام کا پاکیزہ طرزِ عمل

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۳)

’’اور اُن کے جی کو مائل کیا گناہ کی طرف اُس عورت نے جس کے گھر میں وہ تھے اور اُس عورت نے سارے دروازے بند کر دیے اور کہا جلدی کرو۔حضرت یوسفؑ نے فرمایا اللہ کی پناہ! وہ میرا آقا ہے جس نے مجھے بہت عمدہ مقام دیا ہے اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے‘‘۔

۳۹- اِس آیت کے مضمون میں منہ بولا بیٹا بنانے کی ممانعت کی حکمت بیان کی جارہی ہے۔جو شخص کسی دوسرے کا بیٹا لے کر اُسے اپنا بیٹا بناتا ہے وہ قدرت کو باور کراتا ہے کہ دیکھ! اگر تو نے مجھے بیٹا نہیں دیا تو کیا ہوا، میں نے تو بیٹا لے ہی لیا۔اگرچہ منہ بولا بیٹا بنانے والوں کی نیت خواہ کتنی ہی اچھی ہو لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے جھوٹ کے والدین اور فرزند میں دوری نمایاں

ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ رسم جو ایک دن خوشی خوشی منائی گئی تھی بالآخر وہ ایک ایسا کڑوا پھل ثابت ہوتی ہے جو حلق میں جا کر اٹک جاتا ہے، نہ نگلا جاتا ہے اور نہ ہی اگلا۔ عزیزِ مصر، حضرت یوسفؑ کو بیٹا بنانے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن چند سال بعد جب حضرت یوسفؑ کی جوانی ابھر جاتی ہے تو منہ بولی ماں اُن پر فدا ہونے لگتی ہے۔ اصلیت اور بناوٹ میں یہی تو فرق ہے۔ حقیقی ماں اپنے بچے کے ساتھ ایسا نہیں کرسکتی۔ ارشادِ نبوی ہے :

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ غَیْرُ اَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ

”جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا، حالانکہ وہ جانتا ہو کہ وہ شخص اس کا باپ نہیں ہے، اُس پر جنت حرام ہے“۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

کسی بچے کو گود لے کر پالا جاسکتا ہے لیکن اُس کی ولدیت تبدیل کرنا حرام ہے۔ ولدیت تبدیل کرنے سے وراثت، محرم و نامحرم اور پردے کے احکام پر عمل متاثر ہوتا ہے۔

۴۰۔ اگر کسی شخص کے کسی فعلِ بد کا ذکر ضروری ہو، تو جہاں تک ممکن ہو نام لیے بغیر کنایہ وغیرہ سے کام لینا چاہیے۔ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا سے مراد امْرَاَةُ الْعَزِیْزِ یعنی عزیزِ مصر کی بیوی ہے لیکن اللہ نے نام لیے بغیر ذکر کر کے اُس عورت کی پردہ پوشی فرمائی۔

۴۱۔ حضرت یوسفؑ نے اِس موقع کو بھی تبلیغ کے لیے استعمال کیا اور تین حکمت کی باتیں ارشاد فرمائیں:

☆ مَعَاذَ اللّٰهِ ☆ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ☆ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔

۴۲۔ مَعَاذَ اللّٰهِ کے الفاظ میں سبق ہے کہ گناہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آنا چاہیے۔

۴۳۔ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ کے الفاظ احسان مندی کا تقاضا واضح کر رہے ہیں کہ محسن کے ساتھ خیانت نہ کی جائے۔

۴۴۔ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ زانی ناکام و نامراد ہونے والا ایسا ظالم ہے جو ظلم کرتا ہے اپنی ذات، اپنے خاندان، ایک عورت، عورت کے شوہر، عورت کے قرابت داروں، مولود اور پورے ملک و قوم پر۔

۴۵۔ یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ حضرت یوسفؑ کو دعوتِ گناہ منصب و جمال والی ایک ایسی عورت کی

طرف سے مل رہی تھی جس کی اطاعت کے وہ پابند تھے۔ گناہ کا موقع گھر کے اندر ہی موجود تھا۔ تمام دروازے بند کردیے گئے تھے لہٰذا گناہ کے ظاہر ہونے کا بھی امکان نہ تھا۔ پردیس میں رہنے والے غیر شادی شدہ اور بھرپور جوانی سے گزرنے والے شخص کے لیے واقعی یہ بڑی آزمائش تھی۔ ارشادِ نبوی ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اُس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اُن میں سے ایک وہ آدمی ہے جسے منصب و جمال والی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ اس کے جواب میں کہہ دے، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۚ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (۲۴)

''وہ عورت یوسفؑ کی طرف مائل ہوئی اور وہ بھی اُس عورت کی طرف مائل ہو جاتے اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی طرف سے ایک دلیل۔ اِسی طرح ہم نے دور کردیا اُن سے برائی اور بے حیائی کو۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے''۔

۴۶- الاتقان فی علوم القرآن میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ابن ابی حاتمؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ خداوند کریم کے قول ''لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ '' کی تفسیر میں بیان کرتے تھے کہ حضرت یوسفؑ نے اُس وقت قرآنِ کریم کی ایک آیت مشاہدہ کی تھی جس نے اُن کو فعلِ بد میں مبتلا ہونے سے منع کیا اور وہ آیت اُن کے لیے دیوار کی سطح پر نمایاں کی گئی تھی۔ ابن ابی حاتمؒ ہی نے محمد بن کعب القرظیؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو جو برہان دکھائی گئی تھی وہ کلام اللہ کی آیات تھیں:

۱۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (۱۰) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (۱۱) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (۱۲) (الانفطار: ۱۰تا۱۲)

۲۔ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (یونس: ۶۱)

۳۔ اَفَمَنْ هُوَ قَاۗىِٕمٌ عَلٰي كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ (الرعد: ۳۳)

ایک اور روایت میں آیت وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝
(بنی اسرائیل:۳۲) کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

۴۷۔ رب کی برہان سے مراد حضرت یوسفؑ کا وہ وعظ بھی ہو سکتا ہے جو زنا کی برائی پر انہوں نے بیان فرمایا (یعنی مَعَاذَ اللّٰهِ، اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اور اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ) کیوں کہ انبیاء کرامؑ کی تعلیم و تلقین من جانب اللہ ہوتی ہے۔

۴۸۔ انبیاء کرامؑ ہر وقت اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنی کسی برہان کے ذریعے انہیں اپنی نافرمانی سے بچا لیتا ہے۔

نواں منظر ...... آیات ۲۵ تا ۲۹

حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت اور قدرت کی طرف سے آپ علیہ السلام کی مدافعت

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۵)

"وہ دونوں دوڑے دروازے کی طرف اور اُس عورت نے کھینچ کر پھاڑ دیا یوسفؑ کا کرتا پیچھے سے اور دونوں نے پایا اُس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس۔ اُس عورت نے (اپنے شوہر سے) کہا کہ کیا سزا ہے اُس کی جو تیرے گھر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، سوائے اِس کے کہ اُسے قید کر دیا جائے یا دردناک عذاب دیا جائے؟"۔

۴۹۔ دروازے کی طرف دونوں دوڑے تیزی سے۔ عورت دروازہ بند رکھنے کے لیے اور حضرت یوسفؑ کھولنے کے لیے۔ حضرت یوسفؑ آگے تھے اور زیادہ تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ رہے تھے۔ اُس عورت نے آپ کا پیچھا کیا اور آپ کا کرتا کھینچا جو پیچھے سے پھٹ گیا۔

۵۰۔ عورت کی ہوشیاری دیکھیے یہ نہیں کہا کہ "میرے ساتھ" بلکہ کہا کہ "تیرے گھر والوں کے ساتھ" تاکہ شوہر کا غصہ تیز ہو جائے اور وہ سمجھ جائے کہ عورت کی عزت دراصل شوہر کی عزت ہوتی ہے۔

۵۱۔ اِس عورت کا طرزِ عمل اُن فاسقوں کے لیے سخت عبرت ہے جو پرائی عورت کی محبت یا وفاداری

کے قائل ہوتے ہیں۔ ایک طرف عورت کا وہ شوقِ وصال کہ خود دروازے بند کیے، خود اپنی زبان سے گناہ کی دعوت دی اور جب حضرت یوسف علیہ السلام بھاگ چلے تو خود حویلی کے آخری دروازے تک تعاقب کیا اور دوسری طرف ایسی پلٹی کہ شوہر کو دیکھا تو خود فریادی بن گئی اور خود ہی شوہر کو یوسف علیہ السلام کو خلاف قید خانے میں ڈال دینے یا کوئی دردناک سزا دینے کی تجویز دی۔

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (٢٦) وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ (٢٧)

"یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اِس نے میرے جی کو گناہ کی طرف مائل کیا اور گواہی دی اُس عورت کے رشتہ داروں میں سے ایک گواہ نے، اگر یوسف کا کرتا پھٹا ہوا ہے سامنے سے، تو اُس عورت نے سچ کہا اور یوسف جھوٹوں میں سے ہیں اور اگر اُن کا کرتا پھٹا ہوا ہے پیچھے سے، تو اُس عورت نے جھوٹ کہا اور یوسف سچوں میں سے ہیں"۔

۵۲۔ اپنے بے قصور ہونے کی صفائی پیش کرنا جائز ہے اور یہ کوئی تقویٰ نہیں کہ خاموش رہ کر ناکردہ گناہ اپنے سر لے لیا جائے۔

۵۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حلم و برداشت دیکھیے۔ جواب دہی کے لیے صرف اتنے ہی الفاظ کا استعمال کیا جو نہایت ضروری تھے اور تہمت لگانے والی پر غصے کا اظہار نہیں کیا۔

۵۴۔ گواہ چوں کہ عورت کے رشتہ داروں میں سے تھا لہٰذا عورت کا حمایتی تھا۔ عورت نے فریادی تھی لہٰذا ہونا یہ چاہیے تھا کہ اقدام زنا بالجبر کے اس مقدمہ میں عورت کے لباس اور جسم کو دیکھا جاتا اور نشاناتِ تشدد کی تلاش کی جاتی لیکن گواہ نے کمالِ ہوشیاری سے عورت کے خالی بیان ہی کو بنیاد بنا کر تفتیش کا رُخ حضرت یوسفؑ کی طرف پھیر دیا۔

۵۵۔ جب شہادتِ واقعہ موجود نہ ہو، تب قرائن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مجرم کوئی نہ کوئی نشان چھوڑ ہی جاتا ہے۔

فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ (٢٨)

"جب اُس عورت کے شوہر نے دیکھا کرتے کو کہ وہ پھٹا ہوا ہے پیچھے سے تو کہا اے عورتو! یہ تمہارے فریبوں میں سے ہے، بے شک تمہارے فریب بہت بہت بڑے ہوتے ہیں"۔

۵۶۔ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ سے سب عورتوں کی مذمت بیان کرنا درست نہیں۔ یہ ارشادِ ربانی نہیں بلکہ ایک ایسے مرد کا قول ہے جو اپنی عزت کے خوف سے اپنی بیوی کے قصور کو دبانا چاہتا ہے اور اپنی بیوی کو الزام دیتے ہوئے صرف قصوروار ہی کو ملزم نہیں ٹھہراتا بلکہ خواتین کی کل جنس ہی کو الزام دے رہا ہے۔

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ (۲۹)

"اے یوسف! اِس معاملے سے تم درگزر کرو، اور اے خاتون۔ تم اپنے گناہ کی بخشش مانگو، یقیناً تم ہی خطا کرنے والوں میں سے ہو"۔

۵۷۔ گویا اُس مشرکانہ اور فاسقانہ ماحول میں بھی ذنب یعنی گناہ اور اُس پر استغفار کا تصور موجود تھا۔

دسواں منظر ...... آیات ۳۰ تا ۳۲

مصر کی عورتوں کا جال اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۰)

"اور شہر میں عورتوں نے کہا کہ عزیزِ مصر کی بیوی نے مائل کیا اپنے نوجوان خادم کے جی کو گناہ پر۔ وہ تو چھا گیا ہے اُس پر محبت کے اعتبار سے۔ بے شک ہم تو اِس (عورت) کو دیکھتے ہیں کھلی گمراہی میں"۔

۵۸۔ اکثر معاشروں میں بڑے طبقات کی بیگمات میں باہم رقابت خصوصاً انہیں بڑے صاحب کی بیگم سے حسد ہوتا ہے۔

۵۹۔ اخلاقی گراوٹ کی پستی کہ مصر کی عورتوں کو امراۃ العزیز کی خواہش زنا پر اعتراض نہ تھا بلکہ اُن کا طعن یہ تھا کہ اتنی امیر ہو کر اپنے خادم پر کیوں مرتی ہے؟

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۡ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۳۱)

"جب عزیزِ مصر کی بیوی نے عورتوں کی یہ الزام تراشیاں سنیں، اُس نے اُن سب کو بلا بھیجا اور اُن کے لیے

ایک فرشی دعوت کا اہتمام کیا اور ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دے دی اور یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اُن کے سامنے سے گزرو۔ جب اُن عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اُن کو بہت بڑا پایا اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ (جان بوجھ کر) اور کہا اللہ کی پناہ! یہ انسان نہیں ہے، یہ نہیں ہے مگر ایک باعزت فرشتہ"۔

۶۰۔ ہر عورت نے جان بوجھ کر اپنا ہاتھ زخمی کیا تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام اُس کی طرف متوجہ ہوں۔

۶۱۔ نبیؐ کے کردار کی پاکیزگی کا یہ عالم کہ فرشتہ صفت انسان یعنی سفلی خواہشات سے ایسے دُور جیسے انسان نہیں کوئی فرشتہ ہو۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ (۳۲)

"کہا عزیزِ مصر کی بیوی نے: یہ ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے طعنہ دے رہی تھیں اور ہاں میں نے اُس کے جی کو گناہ کی طرف مائل کیا لیکن وہ بچا رہا اور اگر اُس نے وہ کچھ نہ کیا جس کا میں اُس کو حکم دے رہی ہوں، تو ضرور اُسے قید خانے میں جانا ہوگا اور وہ ہو جائے گا بے عزت لوگوں میں سے"۔

۶۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی اور تقویٰ کی دلیل کہ عزیزِ مصر کی بیوی نے گناہ کی طرف مائل کرنے کا اعتراف کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کی گواہی دی۔

۶۳۔ عزیزِ مصر کی بیوی کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے دھمکی ظاہر کر رہی ہے کہ جس چاہت اور محبت کی بنیاد نفسانی خواہش پر ہوتی ہے وہ برف کی طرح ناپائیدار ہوتی ہے۔ جس محبت کی بنیاد "خیرِ محض" ہوتی ہے وہ انتہائی مستحکم ہوتی ہے۔

۶۴۔ عزیزِ مصر کی بیوی کی طرف سے دھمکی اُس معاشرے کی اس خرابی کو بھی ظاہر کر رہی ہے کہ اجتماعی معاملات میں عورتوں کی عمل داری فیصلہ کن ہو چکی تھی۔

گیارھواں منظر ...... آیات ۳۳ تا ۳۵

حضرت یوسف علیہ السلام کا مصیبت کو گناہ پر ترجیح دینا

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ (۳۳)

"یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اُس گناہ سے کہ جس کی طرف یہ

مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو نے مجھ سے اُن کا یہ فریب دور نہ کیا تو میں تو اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں ہو جاؤں گا نادانوں میں سے"۔

۶۵۔ ایک طرف اخلاقی پستی کا یہ عالم کہ اب صرف عزیزِ مصر کی بیوی ہی نہیں دیگر بیگمات بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوتِ گناہ دے رہی ہیں اور دوسری طرف عفت وحیا کی یہ بلندی کہ اللہ کا بندہ کمالِ استقامت کے ساتھ پاکیزگی پر ڈٹا ہوا ہے۔ ایک ایسے شخص کے لیے جس کا دیس میں نہ اپنا گھر ہو اور نہ وہ شادی شدہ ہو، ایسے حالات میں پاکیزہ رہنا، بلاشبہ پاکیزگی کی معراج ہے۔

۶۶۔ نیکی کی سعادت اور بدی سے بچنے کی نعمت اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ملتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عاجزی وانکساری کہ گناہ سے بچنے کے لیے اُن کو اپنی ہمت وصلاحیت پر ذرا بھی اعتماد نہیں، بھروسا اور سہارا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر۔

۶۷۔ گناہ سے بچنے کے لیے بہترین تدبیر رجوع الی اللہ ہے۔ سورۂ مومنون آیات ۹۷ اور ۹۸ میں دعا تلقین کی گئی:

رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ (۹۷) وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ (۹۸)

"اے میرے رب: میں تیری پناہ میں آتا ہوں شیطانوں کی چھیڑ سے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں میرے رب: کہ وہ میرے پاس آئیں"۔

۶۸۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ پر مصیبت کو ترجیح دی۔ جب گناہ سے بچنے کے لیے کوئی راہ باقی نہ رہے بجز اس کے کہ سخت مصیبت برداشت کی جائے، تب اہل ایمان کے لیے عزیمت کی راہ یہی ہے کہ مصیبت کو خندہ پیشانی سے قبول کرلیں مگر گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۳۴)

"پس قبول فرمایا اُن کے رب نے اُن کی دعا کو، پھر دور کر دیا اُن سے عورتوں کا فریب۔ بے شک وہی ہے سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا"۔

۶۹۔ اللہ تعالیٰ کے بندے، اُس سے دعا کر کے کبھی بھی محروم نہیں رہتے:

افلاک سے آتا ہے، نالوں کا جواب آخر
اُٹھتے ہیں حجاب آخر، کرتے ہیں خطاب آخر

۷۰۔ بندے کی فریاد سننے اور اُس کی تکلیف جاننے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ (۳۵)

''پھر اُن عورتوں کے شوہروں کو یہی سمجھ میں آیا، جب اُنہوں نے چند علامات دیکھیں کہ یوسف علیہ السلام کو قید کر دیا جائے ایک مدت تک کے لیے''۔

۷۱۔ مصر کے مرد جب اپنی خواتین کو قابو نہ کر سکے تو فیصلہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہی قید کر دو۔ اِسے کہتے ہیں ''سنگ مقید اور سگ آزاد''۔

۷۲۔ کسی شخص کو شرائط انصاف کے مطابق عدالت میں مجرم ثابت کیے بغیر، بس یوں ہی پکڑ کر جیل بھیج دینا، بے ایمان حکمرانوں کی پرانی روش ہے۔ اِس معاملہ میں بھی آج کے شیاطین چار ہزار برس پہلے کے اشرار سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ فرق اگر ہے تو بس یہ کہ وہ جمہوریت کا نام نہیں لیتے تھے، اور یہ اپنے ان کرتوتوں کے ساتھ یہ نام بھی لیتے ہیں۔ وہ قانون کے بغیر اپنی غیر قانونی حرکتیں کیا کرتے تھے، اور یہ ہر ناروا زیادتی کے لیے پہلے ایک قانون بنا لیتے ہیں۔ وہ صاف صاف اپنی اغراض کے لیے لوگوں پر دست درازی کرتے تھے اور یہ جس پر ہاتھ ڈالتے ہیں اِس کے متعلق دنیا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اُس سے اُن کو نہیں بلکہ ملک اور قوم کو خطرہ تھا۔ غرض وہ صرف ظالم تھے، یہ اِس کے ساتھ ساتھ جھوٹے اور بے حیا بھی ہیں۔

بارہواں منظر ...... آیات ۳۶ تا ۴۲
حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانے میں وعظ

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۳۶)

''اور داخل ہوئے اُن کے ساتھ قید خانے میں دو نوجوان، اُن میں سے ایک نے کہا کہ بے شک میں دیکھتا ہوں خود کو خواب میں کہ میں (پھلوں میں سے) شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا: بے شک میں دیکھتا ہوں خود کو خواب میں کہ میں اپنے سر پر روٹیوں کا ایک برتن اٹھا رہا ہوں اور پرندے اُس میں سے کھا رہے ہیں۔ ہمیں اِن خوابوں کی تعبیر بتا دیجیے۔ بے شک ہم آپ کو نیکوکاروں میں سے دیکھتے ہیں''۔

۷۳۔ یہ نوجوان شاہِ مصر کے محل میں ملازم تھے۔ ایک ساقی تھا اور دوسرا باورچی۔ اُن پر الزام تھا کہ اُن میں سے کسی ایک نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ دونوں کافر تھے۔ معلوم ہوا کہ سچا خواب کسی کافر کو بھی آسکتا ہے۔

۷۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں ذاتی کردار کی ساکھ قائم کر چکے تھے جس کا قیدیوں نے اعتراف کیا۔ یہ ہے کسی بھی داعی اور واعظ کا اوّلین وصف۔

۷۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں وعظ و نصیحت بھی کرتے ہوں گے جس سے اُن کی علمی بصیرت دیگر قیدیوں پر عیاں ہوگئی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (۳۷)

''حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو کہ تم کھاتے ہو، مگر میں تمہیں خواب کی تعبیر بتا دوں گا، اس سے پہلے کہ وہ کھانا تمہارے پاس آئے۔ یہ علم اصل میں اُس علم میں سے ہے جو کہ سکھایا ہے مجھے میرے رب نے۔ بے شک میں نے راستہ ترک کر دیا اُس قوم کا جو کہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ لوگ آخرت کا بھی انکار کرنے والے ہیں''۔

۷۶۔ تبلیغ، خاصانِ خدا کا شیوہ ہے۔ وہ تبلیغ اور دعوتِ اسلام سے نہیں چوکتے۔ مناسب موقع کے منتظر ہوتے ہیں۔ جہاں کہیں اور جب بھی اُن کو کسی ایک شخص کے سمجھانے کا بھی موقع مل جاتا ہے تو اِس موقع کو ضائع نہیں جانے دیتے۔ حضرت یوسفؑ کی زندگی میں یہ وصفِ عالی جوہرِ آبدار کی طرح آشکار ہے اور یہ دوسرا موقع ہے کہ اُنہوں نے عین موقع پر زبان کو تبلیغ کے لیے کھولا۔

۷۷۔ حکمتِ دعوت، کہ پہلے سے بتا دیا کہ زیادہ وقت نہ لوں گا تا کہ مخاطبین، وعظ و نصیحت سے نہ اکتائیں اور دلجمعی کے ساتھ پاس بیٹھ کر سنتے رہیں۔

۷۸۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بڑی حکمت سے بات کا رُخ اپنی دعوت کی طرف موڑا یعنی فرمایا کہ میں تمہیں خواب کی تعبیر تو بتاؤں گا لیکن پہلے یہ جان لو کہ اس علم کا ماخذ کیا ہے جس کی بنا پر میں تعبیر بتا رہا ہوں۔

۷۹۔ داعی کو اپنی عاجزی اور کم علمی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا بیان کر کے بات شروع کرنی چاہیے۔

۸۰۔ مستقبل کی خبریں بتانا کسی انسان کی اپنی صفت نہیں ہو سکتی ہے۔ صاف سمجھا دیا گیا کہ تعبیر اللہ تعالیٰ نے مجھے بتائی ہے اور اب میں تمہیں بتا دوں گا۔

۸۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کا اعلان فرمایا۔ نبی پیدائشی مومن ہوتا ہے لہٰذا یہاں مراد ہے کہ شعوری طور پر ایسے لوگوں کے راستے کو چھوڑا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

۸۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے کفر ترک کرنے کا ذکر کیا کیوں کہ جب تک کوئی شخص کفر و شرک ترک نہ کرے گا، تب تک توحیدِ خالص کی دولت حاصل نہ کر سکے گا۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (۳۸)

’’اور میں نے پیروی کی اپنے آباء واجداد یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے راستے کی۔ ہمارے لیے ہر گز جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں۔ یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور تمام لوگوں پر، لیکن لوگوں کی اکثریت شکر نہیں کرتی‘‘۔

۸۳۔ آباء واجداد کی پیروی غلط نہیں اگر وہ توحید پر قائم ہوں۔

۸۴۔ دعوت میں اوّلین ذکر شرک کی نفی اور توحید کے اثبات کا کیا گیا۔

۸۵۔ عقیدہ توحید بیان کرتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کا حوالہ اس بات کا مظہر ہے کہ اقرارِ توحید کے ساتھ شہادتِ نبوت بھی ضروری ہے، ورنہ ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

۸۶۔ توحید کا عقیدہ تمام انسانوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ انسان کو باوقار کردار کا حامل بناتا ہے۔ یہ عقیدہ در در پر سر جھکانے، اسباب کے خوف اور دوسروں کی خوشامد و چاپلوسی کی ذلت سے بچاتا ہے۔ بقول اقبال:؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۸۷۔ انسانوں کی اکثریت ہر دور میں ناشکری اور نعمتوں کی ناقدری کی روش اختیار کرتی ہے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۳۹)

''اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا جدا جدا بہت سارے رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ جو پوری طرح سے غالب ہے''؟۔

۸۸۔ ''اے میرے قید خانہ کے ساتھیو'' کہہ کر بلانا اِس بات کا مظہر ہے کہ مخاطبین کو اپنائیت سے مخاطب کرنا بھی حکمتِ دعوت ہے۔

۸۹۔ سوالیہ اسلوب بات سمجھانے کے لیے مؤثر ہوتا ہے اور مخاطب کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

۹۰۔ ایسا غلام شدید اذیت میں ہوتا ہے جس کے کئی آقا ہوں۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۰)

''تم عبادت نہیں کرتے اللہ کے سوا مگر چند ناموں کی، جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے، جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی، فیصلے کا اختیار صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے، اُس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم کسی کی عبادت نہیں کرو گے سوائے اُس کے، یہی ہے بالکل سیدھا دین لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں ہے''۔

۹۱۔ دعوت کے دوران مخاطب کی غلطی واضح کرنا ضروری ہے تاکہ اصلاح ہو سکے۔

۹۲۔ ہر دور میں کچھ من گھڑت معبود تراش لیے جاتے ہیں اور انہیں خود ساختہ نام دے دیے جاتے ہیں۔

۹۳۔ دعوتِ توحید کا نمایاں ترین پہلو، کہ حاکمیت یعنی فیصلہ کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

۹۴۔ دعوتِ عمل کا نمایاں ترین مظہر کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت یعنی محبت کے ساتھ کلی اطاعت کی جائے۔ یہی ہر نبیؑ کی پکار تھی اور یہی انسانوں اور جنوں کا مقصدِ تخلیق ہے۔ سورۃ الذاریات آیت ۵۶ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (٥٦)

’’میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں‘‘۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

۹۵۔ تین آیات میں انتہائی جامع دعوت کا نمونہ سامنے آگیا۔ مختصر الفاظ میں دعوتِ ایمان، دعوتِ عمل اور دعوت کے جملہ آداب کا بیان۔

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ۖ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِن رَّأْسِهِ ۚ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ (٤١)

’’اے میرے قید خانے کے ساتھیو! تم میں سے جو ایک ہے وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے تو وہ صلیب پر لٹکایا جائے گا پھر پرندے اُس کے سر میں سے کھائیں گے اور فیصلہ سنا دیا گیا اس بارے میں جو تم دونوں پوچھ رہے تھے‘‘۔

۹۶۔ مخاطب کی دل شکنی سے اعراض کرنا چاہیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کیا کہ ایک سے کہتے کہ تم ساقی بنو گے اور دوسرے سے کہتے کہ تمہیں صلیب دی جائے گی کیوں کہ اس سے صلیب پانے والے کو صدمہ ہوتا اور اُس کی دل شکنی ہوتی۔

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (٤٢)

’’اور یوسف علیہ السلام نے فرمایا اُس سے جس کے بارے میں اُنہوں نے خیال کیا کہ وہ اُن دونوں میں سے بری ہو جائے گا: میرا ذکر کرنا اپنے آقا کے سامنے تو شیطان نے بھلا دیا آقا کے پاس یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا۔ پھر یوسف علیہ السلام رہے قید خانے میں چند برس تک‘‘۔

۹۷۔ جب کسی شخص کو اپنے جائز نفع یا کسی نقصان سے بچنے کا کوئی موقع ہاتھ لگے تو اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ توکل کے معنی ترکِ تدبیر نہیں ہیں۔ اہلِ توکل وہ ہیں جو اسباب و تدابیر اختیار کرتے ہیں مگر اُن پر اعتماد نہیں کرتے۔ اُن کا اعتماد اور بھروسا تو مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ ہی پر ہوا کرتا ہے۔

۹۸۔ شیطان کام کی بات بھلا دیتا ہے۔

۹۹۔ بھول بظاہر شر تھی لیکن اس میں سے ایک خیر نکلی۔ بھول نہ ہوتی تو حضرت یوسف علیہ السلام ساقی اور بادشاہ کے احسان مند ہوتے۔ بعد میں صورت یہ بنی کہ ساقی اور بادشاہ کو حضرت یوسفؑ کا ممنون ہونا پڑا۔

تیرہواں منظر ...... آیات ۴۳ تا ۴۵

بادشاہ کا خواب دیکھنا

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ (۴۳) قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ (۴۴)

''اور کہا بادشاہ نے! میں دیکھتا ہوں خواب میں سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا جاتی ہیں اور سات بالیاں ہیں سبز اور سات دوسری ہیں خشک۔ اے میرے دربار والو! مجھے بتاؤ میرے خواب کی تعبیر اگر تم لوگ خوابوں کی تعبیر بتانا جانتے ہو۔ درباریوں نے کہا: یہ تو ہیں پریشان خواب اور ہم اس طرح کے پریشان خوابوں کی تعبیر بتانا نہیں جانتے''۔

۱۰۰۔ خوابوں کی تین اقسام ہیں:

۱۔ سچے خواب: جو رحمان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

۲۔ ڈرانے والے خواب: جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔

۳۔ پریشان خواب: جن میں انسان وہ کچھ دیکھتا ہے جو دن بھر اُس کی سوچ اور سرگرمیوں کا عکس ہوتا ہے۔

درباری بادشاہ کے سچے خواب کو پریشان خواب سمجھے۔

۱۰۱۔ اکثر درباری باصلاحیت نہیں ہوتے اور وہ خوشامد اور چاپلوسی کے ذریعے بادشاہوں کا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ (۴۵)

''اور کہا اُس نے جو دو قیدیوں میں سے بری ہو گیا تھا اور یاد آیا اُسے (یوسفؑ کا معاملہ) ایک مدت

بعد، میں تمہیں بتاؤں گا اس خواب کی تعبیر پس مجھے جانے دو"۔

۱۰۲۔ اکثر درباری دوسروں کی قابلیت اور محنت سے فائدہ اٹھاتے اور اُن کی صلاحیت سے اپنے لیے عزت اور منفعت چاہتے ہیں۔ البتہ حقیقی اور دیرپا عزت اُسی کو ملتی ہے جو واقعی باصلاحیت ہوتا ہے۔

چودھواں منظر ...... آیات ۴۶ تا ۴۹

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب کی تعبیر بتانا

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ (۴۶)

"اے یوسفؑ! اے سچے انسان! ہمیں تعبیر بتاؤ۔ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا جاتی ہیں اور سات بالیاں ہیں سبز اور سات دوسری ہیں خشک، تاکہ میں لوگوں کے پاس لوٹوں، تاکہ وہ جان سکیں"۔

۱۰۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کہا۔ سچائی نبی کا وصفِ خاص اور اُس کی شخصیت کا جزولازم ہے۔

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ (۴۷)

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ (۴۸)

"یوسف علیہ السلام نے فرمایا: سات سال تک تم زراعت کرو گے خوب جم کر۔ تو جو بھی تم فصل اتارو پس اُس کے دانوں کو اُن کے خوشوں ہی میں رہنے دینا سوائے تھوڑے سے دانوں کے جن میں سے تم کھاؤ گے"۔ "پھر اس کے بعد سات سال آئیں گے بڑے سخت قحط والے اور وہ کھا جائیں جو کچھ کہ تم نے اُن کے لیے بچا کر رکھا ہے سوائے تھوڑے سے دانوں کے جن میں سے تم بوؤ گے"۔

۱۰۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق و مروت کا مظہر، ساقی سے وعدہ وفا نہ کرنے کا شکوہ تک نہیں کیا اور نہ ہی دوبارہ بادشاہ سے شکایت کرنے کا کہا، اس لیے کہ آزمائے ہوئے کو کیا آزمانا!

۱۰۵۔ فضولیات سے اس قدر پرہیز، کہ حضرت یوسف علیہ السلام یہ سوال تک نہیں کرتے کہ یہ خواب کس نے دیکھا ہے؟ بلکہ فوراً خواب کی تعبیر بتانا شروع کر دیتے ہیں۔

۱۰۶۔ معلوم ہوا اگر دانوں کو اُن کے خوشوں میں رہنے دیا جائے تو وہ محفوظ رہتے ہیں۔

۱۰۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کے ذریعے دکھایا جانے والا مسئلہ بھی بتایا اور اُس کا حل بھی

سکھایا تاکہ خلقِ خدا کو تکلیف سے بچایا جاسکے۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ (۴۹)

"پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور وہ اس میں رس نچوڑیں گے"۔

۱۰۸۔ بادشاہ کے خواب میں تو پندرھویں سال کی بابت کوئی اشارہ نہ تھا۔ مگر وحی کی بنیاد پر بشارت دی کہ پندرھویں برس اتنی کثرت سے پھل ہوں گے کہ انہیں نچوڑ کر شراب بھی بنائی جائے گی اور میوہ جات کے رس بھی کشید کیے جائیں گے۔ جو سال ایسا شاداب ہو کہ اس میں میوہ جات اور روغن دار اشیاء کی کثرت ہو، اس میں اناج بھی بکثرت ہوا کرتا ہے۔

۱۰۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے شراب کشید کرنے کا ذکر اس لیے کیا تاکہ ساقی کو اطمینان ہو کہ پندرھویں برس اس کا دھندا دوبارہ شروع ہو جائے گا۔

۱۱۰۔ اللہ اکبر! حضرت یوسف علیہ السلام میں راضی برضائے رب کی صفت کتنی نمایاں ہے۔ ذاتی مفاد اور سہولت سے کتنی بے اعتنائی ہے اور عوام کے ساتھ کس قدر دل سوزی و محبت و ہمدردی ہے کہ آئندہ آنے والے قحطِ سخت کے متعلق تدبیر بھی بتلاتے ہیں اور ایک ارزانی والے زمانے کی بشارت سے انہیں شاد کام بھی فرما دیتے ہیں لیکن ذاتِ خاص کے متعلق کچھ بھی نہیں کہتے۔ یہ نہیں کہا کہ پہلے مجھے رہا کیا جائے تو خواب کی تعبیر بتاؤں گا۔ یہ بھی نہیں کیا کہ خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے مسئلہ بتا دیتے لیکن حل بتانے کو رہائی سے مشروط کر دیتے۔

پندرھواں منظر ...... آیت ۵۰

بادشاہ کا طلب کرنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا انکار

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ (۵۰)

"اور کہا بادشاہ نے: اُسے میرے پاس لے کر آؤ۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا ایلچی آیا، انہوں نے کہا لوٹ جاؤ اپنے آقا کے پاس پھر اس سے پوچھو کہ کیا معاملہ ہے اُن عورتوں کا کہ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟ اور بے شک میرا رب اُن کی چالوں کو خوب جانتا ہے"۔

۱۱۱۔ یہ قرآنِ حکیم کی وہ آیت ہے جس میں رسول کا لفظ غیر نبی کے لیے اور رب کا لفظ دنیوی آقا کے لیے آیا ہے۔ یہ دونوں الفاظ یہاں لغوی مفہوم میں ہیں۔

۱۱۲۔ صبر و سکون کی اعلیٰ شان، حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے سے نکلنے میں کوئی جلدی نہیں۔

۱۱۳۔ اہمیت نیک نامی کی ہے لہٰذا پہلے معاملے کی تحقیق ہو تاکہ کردار کی پاکیزگی ثابت ہو جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کا بے قصور ہونا واضح ہو جائے۔ کسی شبہ یا بدگمانی کا داغ لے کر رہا ہونا اُنہیں قبول نہ تھا۔

۱۱۴۔ احسان مندی اور چشم پوشی کا یہ عالم ہے کہ محسن کی بیوی کے ظلم و ستم کا ذکر تو کیا اُس کا علیحدہ سے نام بھی نہیں لیتے۔

۱۱۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے آقا کو علم ہو نہ ہو اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ بے شک میرا رب اُن عورتوں کے مکر و فریب سے خوب واقف ہے۔

۱۱۶۔ بِکَیْدِهِنَّ کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ اُن عورتوں نے اپنے ہاتھ جان بوجھ کر کاٹے تھے۔

سولہواں منظر ...... آیات ۵۱ تا ۵۳

دربارِ شاہی میں حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت کی تحقیق

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۵۱)

"بادشاہ نے عورتوں سے دریافت کیا: تمہارا کیا معاملہ ہے جبکہ تم نے یوسف علیہ السلام کے جی کو گناہ پر مائل کیا؟ اُنہوں نے کہا کہ اللہ کی پناہ! ہم نے یوسف علیہ السلام کے اندر کوئی بھی بری بات نہیں دیکھی۔ کہا عزیزِ مصر کی بیوی نے، اب جب حق واضح ہو چکا تھا، ہاں! میں نے اُس کے جی کو گناہ کی طرف مائل کیا اور یقیناً وہ سچوں میں سے ہے"۔

۱۱۷۔ نیک بندوں پر لاکھ تہمتیں لگائی جائیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عصمت کی حفاظت اور صداقت کے اعتراف کی صورت پیدا فرما ہی دیتا ہے۔

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ (۵۲)

''میں یہ بات اِس لیے بتا رہی ہوں کہ وہ (یوسف علیہ السلام یا عزیزِ مصر یعنی میرا شوہر) جان لے کہ میں نے اُس کے پیچھے کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کی چالوں کو کبھی کامیاب نہیں کرتا''۔

۱۱۸۔ ابنِ کثیر رحمہ اللہ کی یہ رائے درست محسوس ہوتی ہے کہ یہ عزیز کی بیوی کے بیان کا تسلسل ہے۔ یہ رائے درست محسوس نہیں ہوتی کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ابھی قید خانے میں ہیں۔ ابھی دربارِ شاہی میں آئے ہی نہیں کہ اُن کا بیان ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عزیزِ مصر کی بیوی ایسی حکیمانہ اور پاکیزہ گفتگو کیسے کر سکتی ہے؟ دراصل یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اعلیٰ کردار کا اثر ہے کہ عزیزِ مصر کی بیوی کی سوچ کا رخ ہی بدل گیا اور اب وہ بھی معرفت کی باتیں کر رہی ہے۔

۱۱۹۔ خیانت سے بچو اِس لیے کہ خیانت کرنے والوں کا ظلم ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۵۳)

''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی، بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے سوائے اُس کے کہ جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

۱۲۰۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے اعترافِ گناہ کے ساتھ عذرِ گناہ بھی بیان کر دیا کہ یہ نفس کی شرارت ہے کہ وہ بدی ہی پر اکساتا ہے۔

۱۲۱۔ نفس کی شرارتوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ نفس نام ہے شہوت اور غضب کے مجموعے کا اور جہاں یہ دو بلائیں جمع ہوں وہاں کیا ہوگا؟ ہر قسم کی بدی کی تحریک اور ہر طرح کی برائی کا شوق و اقدام جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف عزیزِ مصر کی بیوی کے نفس نے کیا:۔

نفسِ ما ہم کم تر از فرعون نیست
لیک اُو را عون ایں را عون نیست

۱۲۲۔ نفس کی شرارت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے۔ مسنون دعا ہے :

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (ابوداؤد)

اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ مجھے پلک جھپکنے کے دوران بھی نفس کے حوالے نہ

فرما۔ میرے ہر معاملے کی اصلاح فرما۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ آمین!

۱۲۳۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف مخفی اشارہ ہے۔

سترہواں منظر ...... آیات ۵۴ تا ۵۷

دربارِ شاہی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی آمد اور نائب السلطنت مقرر ہونا

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ

اَمِيْنٌ (۵۴)

''بادشاہ نے کہا: یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ، میں اُن کو خاص کرلوں گا اپنے لیے۔ پس جب بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی، کہا: بے شک آج سے تم میرے ہاں ایک معتبر مقام کے حامل ہو''۔

۱۲۴۔ بادشاہ پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے علم سے متاثر ہوا پھر اُن کی پاکدامنی اور تحمل سے گرویدہ ہوا اور آخر میں اُن سے گفتگو کر کے تو بالکل ہی فدا ہو گیا۔ فیصلہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے مقربِ خاص کا درجہ دے۔

۱۲۵۔ جب ایک دنیوی بادشاہ کی آرزو یہ ہے کہ اُس کا وزیر یا مصاحب خالص اُسی کا بن کر رہے تو اُس شہنشاہِ حقیقی کو کس قدر زیادہ حق ہے کہ وہ انسان کو صرف اپنا ہی بندہ دیکھنا چاہتا ہے۔

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (۵۵)

''یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھے زمین کے خزانوں پر ذمہ داری دے دیں، بے شک میں نگرانی کرنے والا بھی ہوں اور صاحبِ علم بھی ہوں''۔

۱۲۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے آنے والے خوفناک قحط میں اپنے حسنِ انتظام سے عوام کی خبر گیری و بہبود اور ریاست کے وسائل کی حفاظت کے لیے خود کو ایک ذمہ داری کے لیے پیش کیا۔ معلوم ہوا خلقِ خدا کے مفاد میں یا اُن کو کسی نقصان سے بچانے کے لیے خود کو کسی ذمہ داری کے لیے پیش کرنا اور اِس حوالے سے اپنے کسی وصف یا صلاحیت سے آگاہ کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ ایک حدیثِ نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود منصب طلب کرے گا تو اُس کا بار اُسی کے کندھوں پر ڈال دیا جائے گا یعنی اللہ تعالیٰ اُس کی مدد نہیں فرمائے گا۔ یہ اُس

وقت ہے جب منصب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی کی وجہ سے ہو۔

۱۲۷۔ ذمہ داری کے لیے حفیظ ہونا اِس لیے ضروری ہے تاکہ دولت و وسائل کی پوری حفاظت ہو اور علیم ہونا اِس لیے ضروری ہے کہ آمد و خرچ کے ذرائع، حساب کتاب اور ضروری و غیر ضروری اخراجات میں فرق سے مکمل واقفیت ہو۔

۱۲۸۔ اِس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے رسول نہیں تھے۔ اگر رسول ہوتے تو بادشاہ کی ماتحتی میں کوئی منصب قبول نہ کرتے بلکہ بادشاہ کو دعوت دیتے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور میری اطاعت کرو۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (۵۶)

''اِسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو زمین میں ٹھکانا دیا، وہ جہاں چاہتے جا بستے۔ ہم اپنی رحمت پہنچاتے ہیں جس کو ہم چاہتے ہیں اور ہم ضائع نہیں کرتے نیکوکاروں کے اجر کو''۔

۱۲۹۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت جس کو چاہے عطا فرمائے لیکن وہ نیک لوگوں کو اپنی رحمت سے ضرور نوازتا ہے۔

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (۵۷)

''اور آخرت کا بدلہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے رہتے ہیں''۔

۱۳۰۔ دنیوی حکومت و اقتدار کو نیکی کا اصل اجر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اصل اور مطلوب اجر تو آخرت کا ہے جو بہتر بھی ہے اور دائمی بھی، لیکن یہ عطا کیا جائے گا ایسے مومنوں کو جو متقی بھی ہوں۔

اٹھارہواں منظر ...... آیات ۵۸ تا ۶۲

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی مصر آمد

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۵۸)

''اور آئے یوسف علیہ السلام کے بھائی اور اُن کے سامنے پیش ہوئے، تو یوسف علیہ السلام نے اُن کو پہچان لیا لیکن وہ نہ ہوئے یوسف علیہ السلام کو پہچاننے والے''۔

۱۳۱۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا کیوں کہ وہ تو گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ جسے ہم نے

کنویں میں پھینک دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُسے کیسے بلند منصب تک پہنچا دیا ہے۔

۱۳۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو پہچان تو لیا لیکن اُن کے اخلاق کی بلندی دیکھیے کہ کسی انتقامی جذبے کا اظہار تک نہیں کیا۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ (۵۹) فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ (۶۰) قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ (۶۱) وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۶۲)

’’اور جب یوسف علیہ السلام نے اُن کا راشن تیار کرا دیا تو اُن سے کہا کہ اپنے (گیارہویں) بھائی کو بھی اپنے والد کے پاس سے میرے پاس لے کر آنا۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں ناپ پورا پورا دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نوازی کرنے والا ہوں۔ پھر اگر تم اپنے بھائی کو میرے پاس نہیں لائے تو تمہیں میرے پاس سے کوئی راشن نہیں ملے گا اور تم میرے پاس مت آنا۔ بھائیوں نے کہا کہ ہم اپنے والد کو عنقریب اُس کے بارے میں آمادہ کریں گے اور یقیناً ہم ایسا کر ہی لیں گے۔ اور یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں سے کہا کہ جو قیمت وہ لے کر آئے ہیں، اُسے اُن کے تھیلوں میں واپس ڈال دو تاکہ وہ اُسے پہچان لیں، جب وہ لوٹیں اپنے گھر والوں کی طرف اور شاید کہ وہ پھر پلٹ کر آئیں‘‘۔

۱۳۳۔ مہمانوں اور مسافروں کا اکرام کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

۱۳۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے صلہ رحمی کی خاطر اور احسان کرتے ہوئے بھائیوں کی ادا کردہ غلے کی قیمت واپس کر دی۔ ممکن ہے قیمت اپنے پاس سے ادا کر دی ہو یا بادشاہ کی طرف سے اُنھیں غلہ ہبہ یا صدقہ کرنے کا کچھ صوابدیدی اختیار دیا گیا ہو۔

۱۳۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمدہ فراست، کہ آئندہ غلے کی فراہمی روک دینے کی دھمکی دے کر اپنے حقیقی بھائی کو بلانے کی تدبیر کی اور قیمت واپس لوٹا کر بھائیوں کے لیے لوٹ کر آنے کی خواہش بھی پیدا کر دی۔

انیسواں منظر ...... آیات ۶۳ تا ۶۷

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی کنعان واپسی

فَلَمَّا رَجَعُوٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۶۳)

"اور جب وہ لوٹے اپنے والد کی طرف، اُنہوں نے کہا کہ اے ابا جان! ہم سے روک دیا گیا ہے راشن، تو بھیجیے ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو تاکہ ہم راشن لائیں اور بے شک ہم اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

۱۳۶۔ کوئی بات منوانے کے لیے حاصل ہونے والی کامیابی سے پہلے آنے والے خدشے سے آگاہ کرنا مفید رہتا ہے۔

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۶۴)

"حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: کیا میں تم پر اِسی طرح سے اعتماد کروں، جیسا کہ میں اِس سے پہلے اِس کے بھائی کے بارے میں تم پر اعتبار کر چکا ہوں، اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین حفاظت فرمانے والا ہے اور وہی سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے"۔

۱۳۷۔ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ ... نہیں ڈسا جا سکتا مومن کو ایک ہی سوراخ سے دوبار (بخاری)۔

۱۳۸۔ اولاد کی غلطیوں کے باوجود اُن کی تربیت کے لیے قطع تعلق نہیں کرنا چاہیے۔

۱۳۹۔ غلطی کرنے والے کو اُس کی غلطی سے آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ کے لیے اصلاح ہو۔

۱۴۰۔ اصل بھروسا اللہ تعالیٰ ہی پر ہونا چاہیے نہ کہ کسی کی یقین دہانی یا عہد پر۔

۱۴۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جواب سے جھوٹ کی برائی ثابت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی ایک بار جھوٹ بول دے تو آئندہ کے لیے اُس کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ (۶۵) قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (۶۶)

''اور جب اُنہوں نے اپنا سامان کھولا، دیکھا کہ اُن کی ادا کردہ قیمت اُنہیں لوٹا دی گئی ہے، پکار اُٹھے اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ دیکھیے یہ ہے ہماری ادا کردہ قیمت جو ہمیں لوٹا دی گئی ہے، اور اب ہم گھر والوں کے لیے راشن لے کر آئیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے، اور ہم اپنے بھائی کا اضافی راشن بھی لائیں گے، یہ راشن لانا تو بہت آسان ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا! میں ہرگز اُسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا، یہاں تک کہ تم اللہ کی طرف سے مجھ سے عہد کرو کہ تم ضرور اُسے واپس لے کر آؤ گے، سوائے اِس کے تم سب کے سب ہی گھیر لیے جاؤ، تو جب اُنہوں نے اپنے والد کے سامنے عہد کیا اِس پر یعقوبؑ نے فرمایا کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر ضامن ہے''۔

۱۴۲۔ کسی سے عہد لیتے ہوئے ممکن استثنا کی گنجائش ہمیشہ رکھنی چاہیے۔

۱۴۳۔ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنے ہر معاملہ میں ضامن بنانا چاہیے۔

۱۴۴۔ انسان بے بس ہے اُس کے ذاتی اختیار اور قدرت میں کچھ نہیں۔ وہ اپنا عہد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے پورا کرسکتا ہے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (۶۷)

''یعقوب علیہ السلام نے کہا: اے میرے بچو! تم ایک دروازے سے مت داخل ہونا، اور تم داخل ہونا جدا جدا دروازوں سے، اور میں تمھیں اللہ کے کسی فیصلہ سے بچا نہیں سکتا کیوں کہ فیصلہ کا اختیار اللہ ہی کے لیے ہے۔ میں خود بھی اُسی پر بھروسا کرتا ہوں، اور چاہیے کہ توکل کرنے والے بھی اُسی پر بھروسا کیا کریں''۔

۱۴۵۔ پہلی آمد کے موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے خاص اکرام کی وجہ سے اُن کے بھائی لوگوں کی نظروں میں آگئے تھے۔ اب اُنہیں نظرِ بد کا اندیشہ تھا۔ اِسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنہیں ایک ساتھ مصر میں داخل ہونے سے منع فرمایا۔

۱۴۶۔ نظرِ بد کے اثرات ہوتے ہیں اور اُن سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔

۱۴۷۔ تدبیر کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، لیکن ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں ہے۔ بقول شاعر۔

دیکھ فانی وہ تیری تدبیر کی میت نہ ہو
اِک جنازہ جا رہا ہے دوش پہ تقدیر کے

۱۴۸۔ توکل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو نہ کہ تدبیر اور اسباب پر۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تدبیر اور توکل کے درمیان توازن کی عمدہ مثال پیش فرمائی۔

۱۴۹۔ تدبیر اور توکل کے درمیان توازن کی حکمت کو اکثر لوگ نہیں جانتے، اُن میں سے جس کے ذہن پر ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے وہ توکل سے غافل ہو کر تدبیر ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور جس کے دل پر باطن چھا جاتا ہے وہ تدبیر سے بے پرواہ ہو کر نرے توکل ہی کے بل پر زندگی کی گاڑی چلانا چاہتا ہے۔ مطلوب یہ ہے کہ تدبیر کرو لیکن بھروسا اپنی تدبیر یا اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر کرو۔

بیسواں منظر ...... آیات ۶۸ تا ۷۹

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی دوبارہ مصر آمد

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم ط مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ط وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۶۸)

''جب وہ (مصر شہر میں) داخل ہوئے اُسی طریقے پر جیسے کہ اُنہیں اُن کے والد نے حکم دیا تھا۔ اُن کے والد اُنہیں اللہ کے کسی فیصلے سے بچا نہیں سکتے تھے۔ یہ صرف احتیاط تھی جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جی میں تھی اور اُنہوں نے اُسے پورا کیا، اور یقیناً حضرت یعقوب علیہ السلام بڑے صاحب علم تھے، اُس علم کی بنیاد پر جو ہم نے اُنہیں دیا تھا، لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں ہے''۔

۱۵۰۔ والدین کی ہدایات اولاد کی خیر خواہی کے لیے ہوتی ہیں اور اُن پر امکانی حد تک عمل کرنا چاہیے۔

۱۵۱۔ علم صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا علم بھی اُسی کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۶۹) فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ (۷۰) قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ (۷۱) قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (۷۲)

”اور جب وہ یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے، تو یوسف علیہ السلام نے اپنے پاس مقام دیا اپنے بھائی کو، اُس سے کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں، اب غم نہ کرو اس پر جو اس سے پہلے یہ کرتے رہے ہیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن کا سامان تیار کرا دیا تو اُنہوں نے پیالہ (راشن ناپنے کا پیمانہ) اپنے بھائی کے تھیلے میں رکھ دیا، پھر پکارا ایک پکارنے والے نے، اے قافلے والو! یقیناً تم لوگ چور ہو۔ کہا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے، آپ لوگ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ ہم بادشاہ کا پیالہ تلاش کر رہے ہیں۔ جو کوئی بھی اُسے لے آیا اُسے ایک راشن انعام کے طور پر دیا جائے گا اور میں اِس پر ضامن ہوں“۔

۱۵۲۔ جرم کی تفتیش کے دوران تعاون کرنے پر انعام دینا جائز ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ (۷۳) قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ (۷۴) قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِىْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ (۷۵)

”یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ ہم زمین کے اندر کوئی فساد مچانے کے لیے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ خادمین نے کہا کیا بدلہ ہوگا اُس کا اگر تم جھوٹے ہو؟ اُنہوں نے کہا: اُس کا بدلہ یہ ہوگا کہ جس کے تھیلے میں وہ پیالہ پایا گیا وہ خود ہی اُس کا بدلہ ہوگا، ہم ظالموں کو اسی طرح سے سزا دیتے ہیں“۔

۱۵۳۔ اِس آیت سے ایک بین الاقوامی قانون کا جواز بنتا ہے اور وہ یہ کہ کسی غیر ملکی شخص کا فیصلہ اُس کے ملکی قانون کے مطابق کیا جا سکتا ہے۔ (شریعت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قانون تھا کہ چور اس شخص کی غلامی میں دے دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہے۔)

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (۷۶)

”پھر یوسف علیہ السلام نے تلاشی شروع کی اُن کے سامان کی اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے تو پھر اُس پیالے کو نکال لیا اپنے بھائی کے سامان میں سے۔ یہ تدبیر حضرت یوسف علیہ السلام کو ہم نے سکھائی تھی۔ اُن کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کے تحت روک سکیں، سوائے اُس کے جو اللہ چاہے اور ہم

جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر صاحب علم کے اوپر ایک اور علم رکھنے والا ہے"۔

۱۵۴۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اُس نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو صرف یہ حکم دیا تھا کہ پیالہ بھائی کے سامان میں رکھ دو۔ اُنہیں علم نہ تھا کہ اِس عمل کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ جو نتیجہ نکلا اللہ تعالیٰ پہلے سے اُس سے باخبر تھا۔ بلاشبہ ہر علم رکھنے والے پر ایک کامل علم رکھنے والا نگران یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

۱۵۵۔ دین کے بنیادی معنی بدلہ ہیں۔ بدلہ کسی قانون کے تحت ہوتا ہے۔ لہٰذا قانون کے لیے بھی لفظِ دین استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اِس آیت میں ہوا ہے۔ پھر قانون نظام کے تحت بنتا ہے، اِسی لیے قرآنِ حکیم نے نظام کے لیے بھی دین کا لفظ استعمال فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال:۳۹)

"اور اے مسلمانو! اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور نظام کُل کا کُل اللہ کے لیے ہو جائے"۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ (۷۷)

"یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا: اگر اِس نے چوری کی ہے، تو اِس سے پہلے اِس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے، یوسف علیہ السلام نے اپنے جی میں اصل بات کو چھپایا اور اُن پر ظاہر نہ کیا، (اپنے جی میں) کہا کہ تم ہی درجے کے اعتبار سے بدتر ہو اور اللہ جانتا ہے جو جھوٹ تم گھڑ رہے ہو"۔

۱۵۶۔ بھائیوں نے زیادتی بھی کی اور اب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت بھی لگا رہے ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی اعلیٰ ظرفی اور کمالِ صبر و تحمل دیکھیے کہ انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود بے قابو نہ ہوئے اور خاموش رہے۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۷۸) قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ (۷۹)

"اُنہوں نے کہا کہ اے عزیز! یقیناً اِس کے والد بہت بوڑھے ہیں، تو آپ اِس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، بے شک ہم آپ کو نیکو کاروں میں سے دیکھتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: اللہ کی پناہ! ہم کسی اور کو رکھ لیں بجائے اُس کے جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا بے شک اِس صورت میں تو ہم

ہو جائیں گے ظلم کرنے والوں میں سے"۔

۱۵۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائی کو چور نہیں کہا بلکہ کہا "جس کے پاس ہم نے اپنا گم شدہ مال پایا"۔ گویا گفتگو میں احتیاط کی اور بھائی پر کوئی تہمت نہیں لگائی۔

۱۵۸۔ سزا اُس کو نہیں ملنی چاہیے جس کا جرم سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

اکیسواں منظر ...... آیت ۸۰

برادرانِ یوسف علیہ السلام کو بڑے بھائی کی ملامت

فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (۸۰)

"پھر جب وہ یوسف علیہ السلام سے مایوس ہو گئے تو اُنھوں نے تنہائی میں مشورہ کیا۔ کہا اُن میں سے بڑے نے کیا تم جانتے نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کو گواہ بناتے ہوئے عہد لیا تھا؟ اور اِس سے پہلے تم یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں کیا زیادتی کر چکے ہو؟ میں تو اِس سرزمین سے ہرگز نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے اجازت دے دیں میرے والد یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ فرما دے اور اللہ بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے"۔

۱۵۹۔ گویا بڑا بھائی اُس زیادتی میں ملوث نہ تھا جو دیگر بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کی تھی۔

۱۶۰۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ذریعے ظلم کرنے والوں کو متوجہ کر ہی دیتا ہے تاکہ حجت تمام ہو جائے۔

۱۶۱۔ اگر کسی سے کوئی عہد کیا ہے تو اب اُس کا پاس کرنا چاہیے اور اس حوالے سے جواب دہی کا احساس رکھنا چاہیے۔

بائیسواں منظر ...... آیات ۸۱ تا ۸۷

حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم و یاس لیکن اللہ سے امید

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ (۸۱) وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۸۲) قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ

جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (۸۳)

''لوٹ جاؤ اپنے والد کی طرف اور جا کر کہو، اے ابا جان! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے، اور ہم اس پر گواہ نہیں ہیں مگر جو کچھ ہم جانتے ہیں، اور ہم غیب کی باتوں کے نگران نہیں ہیں۔ اور پوچھ لیجیے اُس بستی والوں سے جس میں ہم تھے اور اُن قافلے والوں سے جن کے ساتھ ہم آئے ہیں اور یقیناً ہم سچے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا! نہیں بلکہ تمہارے جیوں نے یہ بات گھڑ لی ہے اور اب خوب صورت صبر ہی بہتر ہے، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن تینوں کو میرے پاس لے آئے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور کمالِ حکمت والا ہے''۔

۱۶۲۔ جب انسان کو اندیشہ ہو کہ اُس کی بات نہیں مانی جائے گی تو اُسے چاہیے کہ تمام ممکنہ شواہد سے اپنی بات کی صداقت ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

۱۶۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اِس بار بھی یہ سمجھا کہ اُن کے بیٹوں نے اپنی طرف سے کوئی بات بنالی ہے۔ نبی بھی انسان تھے اور خلافِ واقعہ نتیجہ اخذ کر لیتے تھے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اُنہیں متوجہ فرما کر اصلاح کر دیتا تھا۔ ارشادِ نبوی ہے:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَأَنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ

''میں بہرحال ایک انسان ہی تو ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ تم ایک مقدمہ میرے پاس لاؤ اور تم میں سے ایک فریق دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبان ہو اور اُس کے دلائل سُن کر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ مگر یہ سمجھ لو کہ اگر اِس طرح اپنے کسی بھائی کے حق میں سے کوئی چیز تم نے میرے فیصلہ کے ذریعے حاصل کی، تو دراصل تم دوزخ کا ایک ٹکڑا حاصل کرو گے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

۱۶۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا طرزِ عمل یہ سبق دیتا ہے کہ ہر صدمے پر صبرِ جمیل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن اور امید کا دامن نہ چھوڑا جائے۔

وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۸۴)

''اور پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے رخ پھیر لیا اور کہا: ہائے! افسوس ہے یوسف علیہ السلام پر، اور اُن کی آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہوگئی تھیں رو رو کر، اور وہ اندر ہی اندر گھٹ رہے تھے''۔

۱۶۵۔ غصہ اور غم پی جانا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

۱۶۶۔ کسی سانحے پر آنکھوں سے آنسو بہہ جانا اور دل کا غمگین ہونا فطری عمل ہے اور ممنوع نہیں۔ البتہ زبان سے وہی بات کہی جائے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ (۸۵) قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸۶)

''بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم آپ تو برابر ہی یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتے رہیں گے، یہاں تک آپ بالکل ہی گھل جائیں گے یا ہلاک ہو جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا: میں تو اپنے غم اور دکھ کا شکوہ کرتا ہوں اللہ سے اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔

۱۶۷۔ اپنے دکھوں کی فریاد اللہ تعالیٰ ہی سے کرنی چاہیے۔

۱۶۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی بنیاد پر جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور نوازے جائیں گے، لیکن غمگین تھے کہ نہ جانے اِس وقت وہ کہاں اور کس حال میں ہیں؟

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (۸۷)

''اے میرے بیٹو! جاؤ پھر تلاش کرو یوسف علیہ السلام کو اور اُس کے بھائی کو بھی اور دیکھنا کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، مگر کافر''۔

۱۶۹۔ ''مایوسی کفر ہے''۔ یہ حقیقت اِسی آیت سے اخذ شدہ ہے۔

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں
(اقبال)

امتحاں سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا
جو ہر اِک حال میں امید سے معمور نہیں
(مولانا محمد علی جوہر)

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے
(حسرت موہانی)

۱۷۰۔ اِس پُرزور اور تاکیدی اسلوبِ کلام کی ضرورت اس لیے تھی کہ اُنہی بیٹوں سے کام لینا تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی بھیڑیے کے ذریعہ ہلاکت اور بنیامین کے قبضہ سے مالِ مسروقہ کے برآمد ہونے کی خبر دے چکے تھے۔

تیئسواں منظر ...... آیات ۸۸ تا ۹۳
حضرت یوسف علیہ السلام کے حضور بھائیوں کی عاجزانہ گفتگو

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (۸۸) قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ (۸۹)

''پھر جب وہ یوسف علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوئے، اُنہوں نے کہا اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے، اور اب ہم جو قیمت لائے ہیں وہ بھی ناقص ہے۔ پس ہمیں راشن تو پورا پورا دو اور کچھ ہم پر صدقہ کردو۔ بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اجر عطا فرماتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کیا تھا یوسف اور اُس کے بھائی کے ساتھ، جبکہ تم لوگ جاہل تھے؟''۔

۱۷۱۔ انسان کو کسی زیادتی کرنے والے کی بے کسی و بے بسی پر بھی خوش نہیں ہونا چاہیے، نہ ہی زیادتی کا طعنہ دے کر اُس کے دکھ کو بڑھانا چاہیے۔ بلکہ اُس کی بدحالی پر اظہارِ افسوس و ہمدردی کرنا چاہیے۔

۱۷۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق کی بلندی ملاحظہ فرمائیے۔ بھائیوں کو اُن کے جرم سے آگاہ کیا تاکہ اُن کی اصلاح ہو اور وہ توبہ و استغفار کریں لیکن نہ ملامت کی اور نہ ہی کسی برے لقب سے

پکارا بلکہ فرمایا تم نے یہ حرکت اُس وقت کی تھی جب تم نادان تھے۔

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (۹۰)

''اُنہوں نے کہا: کیا آپ یوسف ہیں؟ یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ بے شک جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے، تو اللہ ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا''۔

۱۷۳۔ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا میں حضرت یوسف علیہ السلام نے سب ہی بھائیوں کو شامل فرمالیا تاکہ اُن کو اپنے کیے پر ہونے والی پشیمانی کے اضطراب سے بچایا جائے۔

۱۷۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکساری و تواضع کے ساتھ اپنی مدح و ستائش سے پرہیز کیا اور عطا کی جانے والی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کا احسان قرار دیا۔

۱۷۵۔ تقویٰ اور صبر ہو تو اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد فرماتا ہے، اُسے حاسدوں کے شر سے محفوظ فرماتا ہے اور حاسدوں کو اُس کے سامنے عاجز و پست کر دیتا ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ (۹۱) قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۹۲)

''اُنہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یقیناً اللہ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی اور یقیناً ہم خطاکار تھے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا نہیں، آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمھیں معاف فرمائے، اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے''۔

۱۷۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف اپنی طرف سے عفو و درگزر کا اعلان فرمایا، بلکہ شرمسار بھائیوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھی امیدوار ٹھہرایا اور اُن کو اُس کے ایسے اسمِ معظم کی تعلیم دی جو بندہ کو رحم اور رحمتِ ربانی کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ وہ اسم معظم ''ارحم الراحمین'' ہے۔

۱۷۷۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اُسے اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرمائے تو حاسدوں اور دشمنوں، بدخواہوں اور بداندیشوں کے ساتھ اسی طرح عفو و درگزر کا سلوک کرے جیسے حضرت

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں اور فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے مشرکین مکہ کے ساتھ کیا۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۹۳)

"میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا، وہ میرے پاس آ جائیں گے دیکھتے ہوئے اور اپنے سب کے سب گھر والوں کو بھی میرے پاس لے آؤ"۔

چوبیسواں منظر...... آیات ۹۴ تا ۹۸

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش کا حسین اختتام

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (۹۴) قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (۹۵)

"اور جب یہ قافلہ مصر سے روانہ ہوا، فرمایا یعقوب علیہ السلام نے، میں تو یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، خواہ تم یہ کہو کہ میں بڑھاپے میں سٹھیا گیا ہوں۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ تو پرانی بھول میں ہیں"۔

۱۷۸۔ اللہ کی قدرت، جب حضرت یوسف علیہ السلام گھر کے قریب کنویں میں تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم نہ ہوا اور اب جب حضرت یوسف علیہ السلام سینکڑوں میل دور مصر میں ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام اُن کی مہک سے معطر ہو رہے ہیں۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۹۶)

"پھر جب آیا ایک بشارت دینے والا اور اُس نے یوسف علیہ السلام کا کرتا یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا تو وہ دوبارہ ہو گئے دیکھنے والے۔ فرمایا یعقوب علیہ السلام نے میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔

۱۷۹۔ ایک وہ کرتا تھا جسے دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں جہاں تاریک ہو گیا تھا اور ایک یہ کرتا ہے جسے منہ پر ڈالنے سے آنکھوں کا نور لوٹ آیا۔ یہ دونوں کرتے حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے جسم کے تھے اور اِن دونوں کے لانے والے فرزندان یعقوب علیہ السلام ہی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تاثیر کرتے کی ہے اور نہ لانے والے کی۔ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جب چاہے

کسی شے کی تاثیر بدل دیتا ہے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ (۹۷) قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۹۸)

''بیٹوں نے کہا: ابا جان! ہمارے لیے گناہوں کی بخشش طلب فرمایئے، بے شک ہم خطا کار تھے۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا، بے شک وہ ہے ہی بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا''۔

۱۸۰۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فوری استغفار کی دعا کرنے کا وعدہ نہیں کیا کیوں کہ زیادتی کی گئی تھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اور یہ معاملہ حقوق العباد کا ہے۔ بخشش کی دعا اُسی وقت قبول ہونے کا امکان ہے جب وہ شخص معاف کر دے جس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔

پچیسواں منظر ...... آیات ۹۹ تا ۱۰۰

بنو اسرائیل کی مصر کی طرف ہجرت

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (۹۹)

''جب وہ سب کے سب حاضر ہوئے یوسف علیہ السلام کے سامنے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ تم سب داخل ہو جاؤ مصر میں اگر اللہ نے چاہا تو پورے امن کے ساتھ''۔

۱۸۱۔ والدین کا اعزاز و اکرام کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

۱۸۲۔ سوتیلی ماں کا ایسا ہی احترام کیا جائے جیسے حقیقی ماں کا کیا جاتا ہے۔ توریت اور تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال تو بنیامین کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ہی ہو چکا تھا۔ اب اُن کی خالہ تھیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں تھیں اور وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر گئی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن کا بھی ویسا ہی اکرام کیا جیسا اپنے والدِ ماجد کا کیا۔

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (۱۰۰)

''اور یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھالیا تخت پر اور وہ سب کے سب ہو گئے یوسف علیہ السلام کے لیے سجدہ ریز، اور یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے ابا جان! یہ ہے میرے اُس خواب کی تعبیر جو کہ میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا۔ میرے رب نے اُسے سچا کر دکھایا اور اُس نے مجھ پر بڑا احسان کیا جب کہ اُس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان پھوٹ ڈال دی تھی۔ بے شک میرا رب جو چاہتا ہے اُس کے لیے بڑا باریک بین ہے۔ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا اور کمالِ حکمت والا ہے''۔

۱۸۳۔ سچے خواب کی تعبیر ظاہر ہونے میں جلدی نہ کی جائے۔ اس کا ظہور کئی سال بعد بھی ہو سکتا ہے۔

۱۸۴۔ شریعتِ محمدی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا حرام قرار دے دیا گیا۔ یہ توحید کا اپنی تکمیلی شان کو پہنچنے کا ایک مظہر ہے۔

۱۸۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا تخت نشیں ہونا اور والدین و بھائیوں کا اُن کے لیے سجدہ ریز ہونا اس بات کا مظہر ہے کہ اب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہت کے منصب پر فائز ہو چکے ہیں۔

۱۸۶۔ قدرتاً و فطرتاً اگر کوئی شخص کسی شخص کو اپنے سے برتر و خوش تر حالت میں دیکھ کر شادمان ہو سکتا ہے تو وہ والدین ہی ہیں۔ بیٹا اپنے والدین سے علم و فضل، مرتبہ و مقام یا دولت و اقبالِ ظاہری میں خواہ کتنا ہی زیادہ بڑھ جائے، ماں باپ کو اس کی ترقی پر ہرگز حسد نہ ہوگا بلکہ اُن کی مسرت و شادمانی میں بھی اسی اعتبار سے ترقی ہوتی رہتی ہے۔

۱۸۷۔ سچے مومن کی سیرت کا عجیب دل کش نقشہ حضرت یوسف علیہ السلام کے طرزِ عمل میں نظر آتا ہے۔ والدین سے ملاقات میں بھائیوں کے حوالے سے کوئی گلہ یا شکوہ نہیں کیا، نہ ہی اپنے دیگر دکھوں کی داستانِ غم سنائی بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر کے اُس کا شکر ادا کیا۔

۱۸۸۔ ماضی کے سانحات پر ماتم کرنے کی بجائے انبیاء کرام علیہم السلام سانحات پر صبرِ جمیل اور بعد میں آنے والے خوشگوار حالات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ ہے ہر معاملہ کے مثبت پہلو کو سامنے رکھنے کا وہ طرزِ فکر جو اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتوں کی راہ کھولتا ہے اس لیے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ...... (ابراہیم: ۷) اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور اور بھی زیادہ دوں گا تمھیں۔

۱۸۹۔ قید خانے کا ذکر کیا لیکن کنویں کا ذکر نہیں کیا تا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔

۱۹۰۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے الزام بھائیوں کو نہیں بلکہ شیطان کو دیا۔ گویا بھائیوں کی طرف سے زیادتی کی صفائی بھی خود ہی پیش کر دی۔

۱۹۱۔ اللہ تعالیٰ بہت باریک بین ہے یعنی اُس کی تدبیریں بڑی دور رس ہوتی ہیں۔ کوئی چھوٹا سا واقعہ ایک بڑی تبدیلی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شر میں سے خیر ظاہر فرما دیتا ہے۔

۱۹۲۔ اللہ تعالیٰ اِس معنی میں بھی لطیف ہے کہ اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ لطف و کرم کیا کہ اُن کی کنویں میں حفاظت فرمائی، اُنھیں قید خانے کی صعوبت سے نجات دی، پردیس میں فقیری اور مظلومی سے بچایا اور آخر کار بچھڑے ہوئے عزیزوں سے ملا دیا۔

چھبیسواں منظر ...... آیت ۱۰۱

حضرت یوسف علیہ السلام کی ایمان افروز دعا

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (۱۰۱)

”اے میرے رب! تو نے مجھے بادشاہت میں سے عطا فرمایا اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی میرا ساتھی ہے دنیا اور آخرت میں۔ مجھے وفات دیجیو حالتِ فرماں برداری میں اور مجھے ملا دیجیو نیکو کاروں کے ساتھ“۔

۱۹۳۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں انبیاء کرام علیہم السلام کے معمول میں شامل رہتی تھیں۔ وہ اپنی ضروریات و حاجاتِ دنیوی و اخروی کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے تھے۔

۱۹۴۔ اِس آیت میں دعا کے آداب کا بیان آیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احساناتِ مادی و روحانی کا اعتراف کیا، پھر اُس کی حمد و ثنا کی، پھر اپنی عاجزی اور اُس کی بڑائی کا اظہار کیا اور آخر میں اُس سے دنیا و آخرت کے حوالے سے بھلائی طلب کی۔

۱۹۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام دعا میں حکومت کا ذکر بطور نعمت فرما رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کوئی بری چیز نہیں۔ ہاں! برے لوگوں کے پاس جا کر یہ بھی بری بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور آیت ۵۵

میں مسلمانوں سے خلافتِ ارضی کا خود وعدہ فرمایا اور اسے ایمان اور عمل صالح سے مشروط کیا۔

۱۹۶۔ حکومت سے بڑھ کر علمِ صحیح کا درجہ ہے۔ اِس دعا میں اِسے ''تاویل الاحادیث'' کہہ کر تعبیر کیا گیا ہے لیکن اِن میں سے ہر ایک کا جمال و کمال اُس وقت جلوہ گر ہوتا ہے جب کوئی شخص اِن ہر دو کا جامع ہوتا ہے۔

۱۹۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی اِس دعا سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اُنہوں نے موت کی دعا مانگی ہے۔ اُنہوں نے ایسی زندگی کی دعا مانگی ہے جس کا خاتمہ اسلام یعنی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر ہو۔

۱۹۸۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دو خاص نعمتیں یعنی علم اور بادشاہت دی۔ اب وہ دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں موت بھی پاکیزہ دے اور موت کے بعد اپنے انعام یافتہ پاکیزہ بندوں کی رفاقت بھی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دونوں جہانوں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

موثر اختتام ...... آیات ۱۰۲ تا ۱۱۱

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ (۱۰۲)

''اے نبی ﷺ! یہ ہیں غیب کی خبریں جو ہم آپ ﷺ کی طرف وحی کرتے ہیں، آپ ﷺ تو اُس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے جب کہ وہ اتفاق کر رہے تھے اپنے ایک منصوبے پر اور جب کہ وہ سازشیں کر رہے تھے''۔

۱۹۹۔ کُل غیب کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

۲۰۰۔ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر غیب کی خبریں وحی فرما رہا ہے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۳)

''اور اے نبی ﷺ! لوگ کی اکثریت خواہ آپ ﷺ کتنی ہی خواہش کریں ایمان لانے والی نہیں ہے''۔

۲۰۱۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے دیگر نیک بندے شدید خواہش رکھتے ہیں کہ لوگ حق قبول کرلیں۔ حدیثِ نبوی ہے:

اَنْتُمْ تَتَهَافَتُوْنَ كَتَهَافُتِ الْفَرَاشَةِ عَلَى النَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ

’’تم تو آگ میں اِس طرح گرے پڑتے ہو جیسے پروانے گرا کرتے ہیں اور میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر جہنم سے پرے ہٹا رہا ہوں‘‘۔ (العراقی)

۲۰۲۔ ہر دور میں اکثریت حق قبول نہیں کرتی۔ داعی کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ قریش اور یہود کو اُن کے اِس سوال کا حکیمانہ جواب دے دیا گیا کہ بنی اسرائیل کنعان سے مصر کیسے آئے؟ لیکن پھر بھی وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱۰۴)

’’اور اے نبی ﷺ! آپ ان سے اِس تبلیغ پر کوئی اجر تو نہیں مانگ رہے، یہ قرآن کریم نہیں ہے مگر تمام جہان والوں کے لیے نصیحت‘‘۔

۲۰۳۔ انبیاء کرام ﷺ کی تبلیغ بے لوث اور بغیر کسی غرض کے ہوتی ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (۱۰۵)

’’اور کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن پر سے وہ گزرتے ہیں لیکن پھر بھی اُن سے اعراض کرتے ہیں‘‘۔

۲۰۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ واقعہ قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے لیکن زمین و آسمان میں اور بھی بڑی بڑی نشانیاں ہیں جن کا مشاہدہ و تجربہ لوگ کرتے ہیں لیکن پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۱۰۶)

’’اور اُن میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر ساتھ ہی شرک بھی کرنے والے ہوتے ہیں‘‘۔

۲۰۵۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کی اکثریت کسی نہ کسی قسم کا شرک کرتی ہے۔

۲۰۶۔ اب بھی ہزاروں مسلمان ایسے ہیں جنھوں نے ’’اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘‘ کے معنی نہیں سمجھے اور وہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر وہی کچھ کرتے ہیں جو مشرکینِ مکہ بتوں اور آستانوں پر کرتے تھے۔ شرک کی کئی اور صورتیں بھی ہیں جن میں مسلمان ملوث ہیں۔

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۱۰۷)

’’کیا یہ اِس بات سے بے خوف ہیں کہ اُن پر اللہ کا عذاب کسی آفت کی صورت میں آجائے یا اُن پر

اچانک قیامت آجائے جبکہ انہیں اس کی خبر تک نہ ہو"۔

۲۰۷- ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے کہ مہلتِ عمل کسی بھی وقت ختم ہوسکتی ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ
وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۸)

"اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں بلاؤں اللہ کی طرف، اور میں اِس حوالے سے پوری طرح سے بصیرت پر ہوں اور وہ بھی جو میری پیروی کرنے والا ہے اور پاک تو صرف اللہ ہے اور میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والا نہیں ہوں"۔

۲۰۸- دعوت الی اللہ، اعلیٰ ترین عمل اور نبی ﷺ کا راستہ ہے۔

۲۰۹- "عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا" کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے شعور ہے کہ دعوت الی اللہ کا عمل میرے لیے اور مخاطب کے لیے بھی انتہائی خیر کثیر کا حامل ہے۔ مخاطب کو جہنم سے بچا کر جنت میں لے جانے والا اور میرے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

۲۱۰- اتباعِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ ہم بھی دعوت الی اللہ کے مشن میں مال اور جان لگانے پر کمر بستہ ہو جائیں۔

۲۱۱- داعی صاف صاف اعلان کردے کہ دوسروں کو دعوت دینے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خود بڑا پارسا ہے بلکہ پاک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے یعنی بے عیب ذات صرف اُسی کی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۰۹)

"اے نبی ﷺ! ہم نے آپ ﷺ سے پہلے نہیں بھیجا مگر مردوں ہی کو اور ہم اُن کی طرف وحی کرتے تھے بستی والوں میں سے، تو کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں کہ وہ دیکھیں کیا انجام ہوا اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے گزرے؟ اور یقیناً آخرت کا گھر بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو کہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں، تو کیا تم غور نہیں کرتے"۔

۲۱۲- اللہ تعالیٰ نے نبی مردوں ہی کو بنایا عورتوں کو نہیں۔

۲۱۳۔ انبیاء کرام ﷺ انسان ہی ہوتے تھے، لہٰذا اُن کی اتباع کی جاسکتی ہے۔

۲۱۴۔ آخرت کی نعمتیں متقین کے لیے ہیں۔

۲۱۵۔ دنیا سے عالمِ آخرت اس لیے بہتر ہے کہ وہاں کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے بڑھیا ہیں اور اُن سے استفادہ دائمی ہے، وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی۔

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ (۱۱۰)

''اور یہاں تک کہ جب رسول نا امید ہوگئے اور اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے، تو پھر آگئی اُن تک ہماری مدد، پھر ہم نے بچا لیا جس کو ہم نے چاہا، اور ہماری سختی مجرم قوم سے پھیری نہیں جاسکتی''۔

۲۱۶۔ رسول مایوس ہوگئے (اپنی قوموں سے) اور اُنہوں (یعنی قوموں) نے خیال کیا کہ اُنہیں عذاب کے جھوٹے ڈراوے دیے گئے ہیں۔

۲۱۷۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ مجرموں کو اُن کے کیے کی سزا مل کر رہے گی۔

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۱۱)

''یقیناً اُن کے یہ تمام احوال سنانے میں ایک سبق آموزی کا سامان ہے غور و فکر کرنے والوں کے لیے۔ یہ قرآن کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جسے گھڑ لیا جائے اور لیکن یہ تو تصدیق ہے اُس کلام کی جو کہ اس سے پہلے موجود ہے (تورات زبور اور انجیل میں سے) اور یہ قرآن ہر چیز کی وضاحت ہے اور یہ ہدایت ہے اور رحمت ہے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لانا چاہیں''۔

۲۱۸۔ واقعاتِ قرآنی کا بیان عقل مندوں کیلئے اِس اعتبار سے سبق آموز ہے کہ یہ اُن کے سامنے زمانہ ماضی کو ایسی صورت میں پیش کرتا ہے جس سے زمانہ مستقبل میں فائدہ، نفع اور نصیحت حاصل کی جاسکے۔

۲۱۹۔ قرآنِ حکیم میں ہر اُس بات کی تفصیل موجود ہے جو انسان کی ہدایت کے لیے ضروری ہے۔

۲۲۰۔ دنیا و آخرت میں حقیقی رحمت قرآنِ حکیم کی ہدایت پر عمل کر کے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔